ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 22 شمارہ 02 ستمبر 2024ء - صفرالمظفر 1446ھ

جلد 22 شمارہ 02

ستمبر 2024ء - صفرالمظفر 1446ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود — مولانا محمد ریحان

فی شمارہ.................... 50 روپے

سالانہ................. 500 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرماکر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال........تجارت ومعاملات میں سچ اور حق کی برکت ....مفتی محمد رضوان 3

درس قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 54)..............................شہداء کی برزخی حیات، اور

رزق وخوشی کا حصول.. // // 5

درسِ حدیث..........اللہ کے نزدیک دنیا کی ذلت وحقارت (قسط 2)...... // // 11

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 14

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (اکیسواں حصہ)...مفتی غلام بلال 27

تذکرۂ اولیاء: ....پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور

خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط 9).....................................مولانا محمد ریحان 30

پیارے بچو!...........................مون سون کی بارشیں.................. // // 33

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 19)....مفتی طلحہ مدثر 35

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط 23)...ادارہ 39

کیا آپ جانتے ہیں؟..........................تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو

وبے اعتدالی (قسط 2)..مفتی محمد رضوان 44

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ پنجم)..........مولانا طارق محمود 54

طب وصحت ....دانتوں کے مختلف امراض اور

ان کا علاج...حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.............................. // // 59

www.idaraghufran.org

• بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

تجارت ومعاملات میں سچ اور حق کی برکت

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا،أَوْ قَالَ:حَتّٰى يَتَفَرَّقَا،فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا(صحیح البخاری،رقم الحدیث ۲۰۷۹)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے(خواہ وہ اپنے سودے کو برقرار رکھیں،یا ختم کریں) جب تک وہ الگ نہ ہوجائیں، یا یہاں تک کہ وہ جدا نہ ہوجائیں،پس اگر وہ سچ بولیں،اور حقیقت بیان کردیں(غلط بیانی اور عیب پوشی نہ کریں) تو ان دونوں کی خرید وفروخت کے(معاملہ کے) لئے برکت عطاء کی جاتی ہے،اور اگر حقیقت کو چھپالیں،اور جھوٹ بولیں،تو ان کی خرید وفروخت کی برکت مٹادی جاتی ہے(صحیح بخاری)

اگر خرید وفروخت کرنے والے غیر مسلم ہوں،اور وہ سچ بولیں گے اور عیب چھپائے بغیر،حقیقت بیان کرکے معاملات کریں گے،تو وہ بھی خرید وفروخت اور معاملات وتجارات کی برکت سے فائدہ اٹھائیں گے،کیونکہ حدیث میں مسلمان کی قید نہیں۔

سچ بولنے،اور بیان کرنے میں اپنے مال کی پوری حقیقت واصلیت کو بتلا دینا،اور اس کے عیب کو ظاہر کردینا،ملاوٹ،کمی،اور مردہ وناپاک،اور حرام چیز کو واضح کردینا،سب داخل ہے،اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ دنیا بھر میں معاملات وتجارات میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے،غلط بیانی کرنے،اور عیب چھپانے میں مسلمان پیش پیش ہیں،جس کی بنیادی وجہ مال کی بے جا محبت اور حرص وطمع ہے۔

چنانچہ جھوٹی قسمیں کھانا،مردار چیزیں فروخت کرنا، چیزوں کی شناخت کو مسخ کردینا،ملاوٹ اور

www.idaraghufran.org

ناپ وتول میں کمی وغیرہ جیسے سب طرح کے جرائم، مسلمانوں کی تجارت ومعاملات میں بکثرت شامل ووداخل ہیں۔

اور جن کفار کی معیشت دنیا میں مسلمانوں پر غالب ہے، وہ اپنے معاملات وتجارات میں سچ بولنے اور حقیقت بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی چیز میں نشہ، یا خنزیر شامل ہو، اس کو بھی واضح کردیتے ہیں۔

مسلمان اپنے معاملات، اور تجارات میں اوپر سے نیچے تک جھوٹ، فریب، غلط بیانی وغیرہ میں ڈوبے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی معیشت بدحالی وابتری کا شکار ہے، اور وہ اسی حال میں رہ کر ان کافروں کی معیشت کو کمزور اور اپنی معیشت کے مضبوط کرنے کے خواہاں ہیں، جس کے لئے وہ مختلف طریقوں سے محض بائیکاٹ وتحریکات چلانے کو کافی سمجھتے ہیں، جس کا شریعت نے حکم بھی نہیں دیا، لیکن اپنے معاملات وتجارات کو شریعت کے مطابق نہیں کرتے، جس کا شریعت کی طرف سے بہت تاکیدی حکم دیا گیا ہے، اس لئے مذکورہ حدیث کی رو سے وہ تحریکات اور بائیکاٹ فائدہ مند ثابت نہیں ہوتے۔

دوسری طرف، بعض غیر مسلم اقوام، معاملات وتجارات میں سچ بول کر اور حقیقت بیان کرکے فائدہ اٹھاتی ہیں، اور اپنی تجارت کے دائرہ کو دنیا بھر میں وسیع کرتی ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ان چیزوں کو اسلام ہی سے حاصل کیا ہے، جس کا وہ لوگ دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور مسلمان اس کے برعکس، شریعت کے واضح احکامات کو توڑ کر بے برکتی، اور خسارہ ونقصان کا سامنا کررہے ہیں۔

اس وقت جبکہ مسلمان، کفار کے مقابلہ میں معاشی ابتری وبدحالی کا شکار، اور ہر طرح سے کفار کے دستِ نگر بنے ہوئے ہیں، دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کو اپنی تجارت ومعاملات کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی سخت ضرورت ہے، جس سے ایک طرف تو ان کی معیشت بہتر ہوگی، اور دوسری طرف کافروں کی معیشت مغلوب ہوگی، اس کو نظر انداز کرکے محض دوسری تدابیر زیادہ موثر نہیں ہوسکتیں، جیسا کہ اب تک کہ سابقہ تجربات ومشاہدات سے ثابت ہوچکا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط54،آیت نمبر169 تا171) مفتی محمد رضوان

شہداء کی برزخی حیات،اوررزق وخوشی کا حصول

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ(۱۶۹)فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ، وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ(۱۷۰) يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَالْمُؤْمِنِيْنَ

(۱۷۱)(سورة آل عمران)

ترجمہ:اور نہ ہرگز گمان کرو تم ان لوگوں کو،جو قتل کر دیئے جائیں،اللہ کے راستے میں کہ وہ مُردے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس،رزق دیا جاتا ہے ان کو(۱۶۹)خوش ہیں وہ،ان چیزوں کے ساتھ،جو عطاء کیں ان کو،اللہ نے اپنے فضل سے،اورخوشی حاصل کرتے ہیں وہ،ان لوگوں سے جو نہیں ملے ان سے،ان کے پیچھے رہ گئے (دنیا میں) یہ کہ نہیں خوف ہوگا ان پر، اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے(۱۷۰)خوشی حاصل کرتے ہیں وہ،اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل کے ساتھ،اور بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا،مومنوں کے اجر کو(۱۷۱)(سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہونے والوں کی اعلیٰ ترین برزخی حیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ، بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(سورة البقرة،رقم الآية ۱۵۴)

ترجمہ:اور مت کہو تم اِن (مؤمنوں) کو جو قتل کر دیئے جائیں،اللہ کے راستے میں کہ وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں،اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے (سورہ بقرہ)

www.idaraghufran.org

ویسے تو دنیا کی موت اور برزخ میں چلے جانے کے بعد ہر شخص ہی کو برزخی حیات حاصل ہوتی ہے کہ ہر مومن وکافر کی روح زندہ رہتی ہے، اور مؤمنین صالحین کے لئے راحت اور کفار فجار کے لئے عذاب کا ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے، خواہ کسی کا جسم اور بدن جل کر راکھ ہو جائے، یا کسی اور طرح سے ریزہ ریزہ ہو جائے۔

لیکن شہداء کو اللہ کی طرف سے خاص حیات عطاء کی جاتی ہے، جیسا کہ اسی آیت میں ہے کہ ان کو جنت کا رزق ملتا ہے اور رزق زندہ کو ملا کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لئے جنت کے رزق کا سلسلہ جاری کیا جاتا ہے اور ایک خاص قسم کی زندگی اسی وقت سے اس کو مل جاتی ہے، جو عام مردوں سے ممتاز حیثیت کی ہوتی ہے، جس کا ہمیں شعور نہیں ہوتا۔

بعض اوقات شہداء کی حیات خاص کا اثر اس دنیا میں بھی ان کے ابدان پر ظاہر ہوتا ہے کہ زمین ان کو نہیں کھاتی، وہ صحیح سالم باقی رہتے ہیں۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں شہداء کی پہلی فضیلت ان کی ممتاز دائمی حیات کا حصول، دوسری فضیلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کا ملنا، تیسری فضیلت ان کا ان نعمتوں سے ہمیشہ خوش وخرم رہنا ہے، جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

اور چوتھی فضیلت وہ ہے کہ جن متعلقین کو دنیا میں چھوڑ گئے تھے، ان کے بارے میں بھی ان کو یہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نیک عمل اور جہاد میں مصروف رہیں، تو ان کو بھی یہاں آ کر اسی طرح کی نعمتیں اور درجات حاصل ہوں گے۔

بعض احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

چنانچہ حضرت مسروق سے روایت ہے کہ:

سَأَلْنَا عَبْدَ اللهِ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: ”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ“ قَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: أَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِيْ إِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ

www.idaraghufran.org

رَبُّهُمُ اِطِّلَاعَةً، فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا، فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا، قَالُوْا: يَا رَبِّ، نُرِيْدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِيْ أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا رَأٰى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٨٨٧ "١٢١"، كتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة، وأنهم أحياء عند ربهم يرزقون)

ترجمہ: ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (سورہ آلِ عمران کی) اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، جس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں (یعنی اندر) ہوتی ہیں، ان کے لئے قندیلیں ہیں، جو عرش کے ساتھ معلّق اور لٹکی ہوئی ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہیں، سیر کرتی ہیں، پھر بالآخر ان قندیلوں کی طرف پہنچ جاتی ہیں، پھر ان کی طرف ان کا رب متوجہ ہو کر فرماتا ہے کہ کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمیں کس چیز کی خواہش ہوگی، دراں حالیکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں، سیر کرتے ہیں؟ رب تعالیٰ ان کو تین مرتبہ یہی فرماتا ہے، پھر جب وہ (شہید) دیکھتے ہیں کہ ان کی اس سوال سے جان نہیں چھوٹے گی، تو وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں (پہلے کی طرح) لوٹا دیں، یہاں تک کہ ہم آپ کے راستے میں دوسری مرتبہ قتل کئے جائیں، پھر جب رب تعالیٰ دیکھتا ہے کہ ان کو کوئی ضرورت نہیں (اور فوت ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں لوٹانا اور احکام کا مکلّف بنانا درست نہیں) تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے (مسلم)

www.idaraghufran.org

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي" :يَا جَابِرُ، مَا لِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا "؟ فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتُشْهِدَ أَبِي وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا، فَقَالَ" :أَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللَّهُ بِهِ أَبَاكَ "؟ قلت :بلى يا رسول اللَّهِ، قَالَ" :مَا كَلَّمَ اللَّهُ أَحَدًا قَطُّ إلا من وراء حجاب، وإن الله أحيى أَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا، فَقَالَ :يَا عَبْدِي، تَمَنَّ أُعْطِكَ، قَالَ :تُحْيِينِي فَأُقْتَلَ قَتْلَةً ثَانِيَةً، قَالَ اللَّهُ :إِنِّي قَضَيْتُ أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ"، وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ :وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ(صحیح ابنِ حبان،رقم الحديث ۷۰۲۲)[1]

ترجمہ: مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی، اور فرمایا کہ اے جابر! مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو ٹوٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد (غزوۂ احد میں) شہید ہو گئے، اور انہوں نے اہل وعیال اور قرض چھوڑا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس چیز کی بشارت نہ سنا دوں، جس چیز کے ساتھ اللہ نے آپ کے والد سے ملاقات کی ہے؟

میں نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کبھی کسی سے کلام نہیں کیا، مگر حجاب کی آڑ میں ہی، اور بے شک اللہ نے آپ کے والد کو زندہ فرما کر ان سے مخاطب ہو کر کلام فرمایا۔

اور فرمایا کہ اے میرے بندے تم تمنا کرو، میں تمہیں عطاء کروں گا، تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ آپ مجھے زندہ فرما دیجیے، تاکہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ لوگوں کو دوبارہ (دنیا) میں واپس نہیں لوٹایا جائے گا، اور پھر سورہ آلِ عمران کی یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده جيد(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

”وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“ (صحيح ابن حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي حَمْزَةَ وَأَصْحَابِهِ :وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ(المستدرك للحاكم،رقم الحديث ٣٤٥٧) [1]

ترجمہ: سورہ آلِ عمران کی یہ آیت:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِم

حضرت حمزہ اور آپ کے صحابہ کے (احد میں شہید ہونے کے) بارے میں نازل ہوئی

(مستدرک حاکم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ، جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْوَاحَهُمْ فِيْ أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِىْ إِلٰى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَشْرَبِهِمْ وَمَأْكَلِهِمْ، وَحُسْنَ مَقِيْلِهِمْ قَالُوْا : يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُوْنَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ لَنَا، لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجِهَادِ، وَلا يَنْكُلُوْا عَنِ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلاءِ الْآيَاتِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٨٨) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی غزوۂ احد میں شہید کیے گئے، تو اللہ عزوجل نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں جنت منتقل کردیا، چنانچہ وہ روحیں (ان پرندوں کے پیٹوں میں) جنت کی نہروں پر آتی ہیں،

[1] قال الحاكم:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ
وقال الذهبی فی التلخيص:علی شرط البخاری ومسلم

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

وہاں کے میوے کھاتی ہیں،اور پھران سونے کی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں، جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں،تو جب ان روحوں نے اپنے کھانے پینے اور اپنے رہنےسہنے کی لطف اندوزی کو پایا،تو کہنےلگیں کہ کاش! ہمارے بھائیوں کو بھی کسی طریقے سے پتہ چل جاتا کہ اللہ نے ہمارے لئے کیا کچھ تیار کررکھا ہے،تاکہ وہ بھی جہاد سے بے رغبتی نہ کریں،اورقتال سے منہ نہ پھیریں،اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تمہارا یہ پیغام ان تک میں پہنچاؤں گا،چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر(سورہ آلِ عمران کی) یہ آیات نازل فرمادیں کہ’’وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا ..الخ ..‘‘(مسنداحمد)

نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : اَلشُّهَدَاءُ عَلٰى بَارِقٍ - نَهۡرٍ بِبَابِ الۡجَنَّةِ - فِي قُبَّةٍ خَضۡرَاءَ، يَخۡرُجُ عَلَيۡهِمۡ رِزۡقُهُمۡ مِنَ الۡجَنَّةِ بُكۡرَةً وَعَشِيًّا

(مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٩٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء،جنت کے دروازے پر موجود ایک نہر کے کنارے پر سبز رنگ کے خیمے میں ہوتے ہیں،جہاں صبح وشام جنت سے ان کے پاس رزق پہنچتا ہے(مسنداحمد)

برزخ کی حیات،اوروہاں پیش آنے والے حالات کا اصل تعلق دنیا کےعلاوہ ایک مستقل عالم سے ہے،جس کو’’عالمِ برزخ‘‘ کہا جاتا ہے،اس لئے اس عالم کے حالات کو دنیا پر قیاس کرنا،کئی شکوک وشبہات کا باعث بنتا ہے،اس وجہ سے اللہ نے فرمایا کہ تم کو اس کا شعور نہیں،پس اس بارے میں سلامتی وعافیت والا راستہ یہی ہے کہ قرآن وسنت میں بیان کردہ چیزوں پر ایمان لایا جائے،ان میں اپنی طرف سے کوئی ایسی کمی،زیادتی اور بحث ومباحثہ سے پرہیز کیا جائے،جس کا قرآن مجید اورسنتِ معتبرہ میں ذکرنہیں آیا،اور جو بات اپنی فہم سے بالاتر ہو،اس میں بے جا کھود کرید سے اجتناب کر کے اپنی فہم کا قصور سمجھا جائے،اور اپنی برزخی حیات کو بہتر بنانے والے اعمال میں مشغول رہا جائے،اورمزید تحقیق کے لئے اپنی موت کا انتظار کیا جائے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

اللہ کے نزدیک دنیا کی ذلت وحقارت (قسط2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ :لَلدُّنيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا (مسند البزار، رقم الحديث ۷۲۰۱، مسند أبی حمزة أنس بن مالک) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مردہ بکری کے پاس سے ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے، جتنی یہ مردہ بکری اس کے گھر والوں کے نزدیک ہے (بزار)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ مَنْزِلِهِ، وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَأَخَذَ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، فَمَرَّ بِفِنَاءِ قَوْمٍ، وَسَخْلَةٌ مَيِّتَةٌ مَطْرُوحَةٌ بِفِنَائِهِمْ، فَقَامَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ :تَرَوْنَ هَذِهِ السَّخْلَةَ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا إِذْ طَرَحُوهَا؟ فَقَالُوا :نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ .فَقَالَ :فَوَاللَّهِ، لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ السَّخْلَةِ عَلَى أَهْلِهَا إِذْ طَرَحُوهَا هَكَذَا (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۹۱۳) [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه البزار، ورجاله وثقوا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۸۰۶۹، باب هوان الدنيا على الله)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط والكبير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۸۰۷۱، باب هوان الدنيا على الله)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے گھر سے باہر نکلے، اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ بھی تھے، پھر مدینہ کے ایک راستہ پر چلنا شروع کیا، پھر ایک قوم کے گھروں کے باہر والی جگہ سے گزرے، اور ایک مردہ بکری کا بچہ ان لوگوں کے گھروں کے باہر پڑا ہوا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کھڑے ہو کر اس کو دیکھنے لگے، پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اس مردہ بکری کے بچہ کو دیکھ رہے کہ کس طرح اس کے گھر والوں نے اس کو بے وقعت سمجھ کر پھینک دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً دنیا اللہ کے نزدیک اس مردہ بکری کے بچہ سے بھی زیادہ بے وقعت وحقیر ہے، جتنا یہ اس کے گھر والوں کے نزدیک ہے کہ جو انہوں نے اس طرح اس کو پھینک دیا ہے (طبرانی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ النَّبِیّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیه وَسَلَّم بِدِمْنَةِ قَوْمٍ فِیهَا سَخْلَةٌ مَیِّتَةٌ قَالَ :مَا لأهلها فیها حاجة قالوا یانبی اللَّهِ لَوْ کَانَ لأَهْلِهَا فِیهَا حَاجَةٌ مَا نَبَذُوهَا قَالَ :فَوَاللَّهِ لَلدُّنْیَا أَهْوَنُ عَلَی اللَّهِ مِنْ هَذِهِ السَّخْلَةِ عَلَی أَهْلِهَا فَلا أَلْفِیَنَّهَا أَهْلَکَتْ أَحَدًا مِنْکُم (مسند البزار، رقم الحدیث ٤١١٣، حدیث أبی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر لوگوں کی ایک کوڑی کے ڈھیر کے پاس سے ہوا، جس میں ایک بکری کا مردہ بچہ پڑا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے گھر والوں کو اس کی حاجت نہیں رہی، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اگر اس کے گھر والوں کو اس کی حاجت ہوتی، تو وہ اس کو یہاں نہ پھینکتے، رسول اللہ صلی

[1] قال الهیثمی: رواه البزار، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ١٨٠٦٨، باب هوان الدنیا علی الله)
وقال الالبانی: "قد روی هذا الحدیث من وجوه، وأعلی من رواه أبو الدرداء، وإسناده صحیح شامیون، وفیه زیادة" :فلا ألفینها أهلكت أحداً منكم (سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ٣٣٩٢)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یقیناً دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے، جتنا یہ مردہ بکری کا بچہ اس کے گھر والوں کے نزدیک ہے، پس میں ہرگز اس دنیا کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ تم میں سے کسی کو ہلاک نہ کردے(بزار)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -بِذِى الْحُلَيْفَةِ، فَإِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ شَائِلَةٍ بِرِجْلِهَا، فَقَالَ" :أَتُرَوْنَ هَذِهِ هَيِّنَةً عَلَى صَاحِبِهَا؟ فَوَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ، لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى صَاحِبِهَا، وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا قَطْرَةً أَبَدًا(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۱۱۰) [1]

ترجمہ: ہم ذوالحلیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے دیکھا تو ایک مردہ بکری پیر اٹھائے ہوئے پڑی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے؟ اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، بے شک دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے، جتنی یہ بکری اس کے مالک کے نزدیک ذلیل ہے، اور اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی، تو اللہ اس میں سے کبھی بھی ایک قطرہ پانی کا کافر کو پینے نہ دیتا(ابنِ ماجہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ (سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۳۲۰) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی، تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا (ترمذی) (جاری ہے......)

---

[1] قال شعيب الارنؤط:حديث حسن بطريقيه وشواهده(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال الترمذى:وَفِى البَاب عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ :هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ.

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

تکفیر بازی وضربتِ حق چاریار کی حقیقت

اہلُ السنۃ والجماعہ جمہور مجتہدین اور فقہائے محققینِ حنفیہ کے برخلاف شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر بازی واتہام سازی کے تحت عبدالجبار سلفی نام کے ایک صاحب نے جو مہم شروع کی تھی، اور یہ سلسلہ''ماہنامہ حق چاریار، لاہور'' میں قسط وار شائع ہورہا تھا، اس میں موصوف اپنی کمالِ انتہاء کو پہنچ چکے ہیں، موصوف کی ضدوعناد، جہالت وسفاہت کی تردید کے لئے ماہنامہ التبلیغ میں قسط وار سلسلہ جاری ہے، جس کے ضمن میں ہم قارئین کو کئی مرتبہ واضح کرچکے تھے کہ ماہنامہ کے صفحات محدود ہونے کے باعث حذف واختصار کے ساتھ اس کی اشاعت کی جارہی ہے، اور مستقل کتابی شکل میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو موصوف کی گذشتہ، موجوہ اور آئندہ شائع ہونے والی مکمل اقساط کی تردید کے طور پر شائع کیا جائے گا۔

اس سلسلہ کے مفصل ہونے کے باعث دو جلدوں میں اشاعت کا نظم طے تھا، اور موصوف کی دس اقساط کے جواب کی تقریباً نوسو صفحات پر مشتمل پہلی جلد اشاعت کے بالکل قریب تھی اور کسی وجہ سے تاخیر کا شکار تھی کہ اسی دوران موصوف نے اپنے مضمون کی بیس اقساط کو تین سوسولہ صفحات کے ساتھ''ضربتِ حق چاریار'' کے عنوان سے چھاپ کر ہمیں ارسال کیا، جس کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہم نے اپنی پہلی جلد کی اشاعت کو درمیان میں روک دیا، تاکہ موصوف کے اس اشاعت شدہ مضمون کو ملاحظہ کرکے پھر اس کی اشاعت کی جائے۔

پھر موصوف کے مضمون کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہمارے مضمون کی اشاعت میں اللہ کی طرف سے تاخیر کی حکمت ظاہر ہوگئی، ہمیں بحمد اللہ اپنے مضمون کا، موصوف کے اشاعت شدہ مضمون کے تناظر

www.idaraghufran.org

میں جائزہ لینے کا موقع حاصل ہوگیا، اوراس سے موصوف کی خیانتوں کے مزید راز منکشف ہوگئے۔
ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارا مضمون اب اسی تناظر میں شائع ہوگا۔
موصوف نے اپنے مضمون کے آغاز میں ایک اضافی صفحہ پرنمایاں انداز میں یہ سرخی قائم کی:

''ماہنامہ''حق چار یار''لاہور کی، ماہنامہ''التبلیغ''راولپنڈی کو دعوتِ فکر''

جس کے ضمن میں موصوف نے لکھا:

''ہمارے اس خیال کو الحمدللہ علیٰ وجہ البصیرت یہ تقویت حاصل ہے کہ راولپنڈی کا ادارہ غفران، نہ شیعی مآخذ سے واقف ہے، اور نہ ہی اہلِ سنت کے مصادرات پر ان کی نظر ہے، بلکہ یہ لوگ عام فقہی مسائل میں فتویٰ تو کیا عامیانہ رائے تک دینے کا بھی کوئی اصولی حق نہیں رکھتے، اور یہ صرف اور صرف شیعیت کے خلاف، علمائے اہلِ سنت کی دینی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کی غرض سے میدانِ عمل میں اترے ہیں، جسے ماہنامہ حق چار یار نے ناکام بناتے ہوئے اہلِ علم کے سامنے ان کی اصلیت واضح کردی ہے۔اب ادارہ غفران کے ارا کین کے لئے فقط دو رستے رہ گئے ہیں، یا تو وہ اپنے رافضی ہونے کا اعلان کردیں، یا پھر اس تاریخی جرم کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ سے بھی، اور اہلِ سنت عوام سے بھی معافی مانگ کر اپنی ان مذبوحی حرکات سے باز آجائیں، اور اس فانی مختصر ترین زندگی میں دینِ اسلام کی نشرواشاعت کا کوئی مثبت فریضہ سرانجام دیں، بصورتِ دیگر:

تمہاری داستاں تک نہ ہوگی، داستانوں میں

(ضربتِ حق چار یار، صفحہ نمبر۴، ادارہ مظہرالتحقیق، لاہور، پاکستان، تاریخ اشاعت، مئی ۲۰۲۴ء)

موصوف، اوران کے بعض قارئین اگراس دھوکہ میں مبتلاء ہوں کہ جھوٹ کے پاؤں ہوتے ہیں، اور دجل وفریب زیادہ وقت تک قائم رہا کرتا ہے، تو یہ ان کا معاملہ ہے، الحمدللہ تعالیٰ ہم اور ہمارے قارئین ومتعلقین دلائل وحقائق کی تبلیغ روشنی میں اس دھوکہ سے، اور موصوف کی لفاظیوں ومکاریوں سے خوب آگاہ ہیں، اس لیے ہمیں ''ضربتِ حق چار یار'' کی مذکورہ نام نہاد پرکشش دعوتِ فکر کی نہ ضرورت ہے، اور نہ اس سے کوئی تشویش لاحق ہے۔

جس طرح کسی ملک وملت کے خلاف پرکشش انداز میں سازش اور پروپیگنڈہ کرنے والوں کی حقیقت ایک نہ ایک دن قوم کے سامنے آجایا کرتی ہے، اسی طرح حق واہلِ حق کے خلاف پرکشش انداز میں پروپیگنڈہ کرنے والوں کی حقیقت سے بھی متبعینِ حق پوری طرح باخبر ہوجایا کرتی

ہے، چنانچہ ہر نبی اور اس کی اتباع کرنے والوں کے خلاف اہلِ باطل مختلف قسم کے پروپیگنڈے اور سازشیں کرتے رہے، جو اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے، اور دنیا کا عارضی فائدہ اٹھا لینا، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی کامیابی اور مقصد نہیں۔

دلائل وحقائق، اور مستند حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اہلِ تشیع وروافض کے بارے میں جو ہمارا موقف ہے، وہ جمہور اہل السنۃ والجماعۃ مجتہدین اور ان کے محققین متبعین کی ترجمانی ہے، اور موصوف کے موقف کی تردید کے لئے مذکورہ حضرات کی تصریحات کی ہی کافی وافی ہیں۔

علاء الدین ابوالحسن مرداوی اپنی اصولِ فقہ سے متعلق تالیف میں فرماتے ہیں:

فـائـدة: المبتدعة أهل الأهواء، إذا أطلق العلماء لفظة الـمبتدعة فالمراد به أهـل الأهـواء من الجهمية، والقدرية، والمعتزلة، والخوارج، والروافض ومن نحا نحوهم (التحبير شرح التحرير في أصول الفقه، ج۴، ص ۱۸۹۰، باب الإجماع، في تكفير الصلوات الخمس والجمعة ما بينهما إذا اجتنبت الكبائر)

ترجمہ: فائدہ: مبتدعہ سے اہلِ اہواء مراد ہیں، جب علماء، لفظِ ”مبتدعہ“ کا اطلاق کریں، تو اس سے مراد اھلِ اھواء ہوتے ہیں، یعنی جہمیہ، قدریہ، معتزلہ، خوارج وروافض، اور ان جیسے لوگ (التحبیر)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی فقہ حنفی کی مستند کتاب ”ردُّ المحتار“ میں فرماتے ہیں کہ:

أهـل الهـوى أهـل الـقبلة الـذيـن لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الـجبـرية والـقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثـنـتـا عشـرة فـرقـة فـصـاروا اثنين وسبعين (ردالمحتار على الدر المختار، ج٦، ص٦٩٨، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة، فصل في وصايا الذمي وغيره)

ترجمہ: اہلِ ھویٰ، وہ اہلِ قبلہ ہیں، جن کے عقائد اہل السنۃ والے عقائد نہ ہوں، اور وہ جبریہ اور قدریہ اور روافض اور خوارج اور معطلہ اور مشبہۃ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، اور اس طرح سے بہتّر فرقے بن جاتے ہیں (ردالمحتار)

مذکورہ عبارت میں روافض سمیت اہل السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دوسرے فرقوں کو صاف طور پر اہلِ قبلہ کہا گیا ہے۔

www.idaraghufran.org

''الدرُّ المختار'' میں ہے:

لا نکفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فی المباحث (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص۴۵، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اگر چہ اُن فرقوں کی بحث کرتے وقت کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہوا ہو(الدرالمختار)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّ المحتار'' میں، علامہ حصکفی کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وقوله :وإن وقع إلزاما فی المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه كفر أی يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضی ذلک كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلک إلا لشبهة دليل شرعی على زعمهم، وإن أخطئوا فيه(ردالمحتار، ج۳ص۴۶، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: اور یہ فرمانا کہ''اگر چہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو''اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ معتزلہ اور ان جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت، اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے(تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر لازم آ جاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ''مذہب کا لازم، ان کا مذہب نہیں کہلاتا'' نیز اُن کا یہ قول، ان کے گمان کے مطابق، صرف شرعی دلیل کے شبہ کی وجہ سے واقع ہوا ہے، اگر چہ وہ اس میں خطاء کار ہیں(ردُّ المحتار)

شہاب الدین ہارون بن بہاؤالدین مرجانی حنفی(المتوفیٰ:1306ھ)''حزامةُ الحواشی لازالة الغواشی علی التوضیح''میں فرماتے ہیں:

مذهب جمهور المحققين عدم تكفير الروافض مع انكارهم خلافة ابی بكر وعمر وقد نص على ذالک ابو حنيفة والشافعی رحمهما الله وغيرهما،بل فی المحيط وغيره انه مذهب جمهور الفقهاء (حزامة الحواشی لإزاحة الغواشی علی التوضیح، ج۳،ص۲۰۷، الناشر: المطبعة الخيرية، القاهرة، مصر، تاريخ النشر: 1322ھ)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جمہور محققین کا مذہب ’’روافض کی عدمِ تکفیر‘‘ کا ہے،ان کے ابوبکروعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے کے باوجود،اوراس کی امام ابوحنیفہ،اورامام شافعی رحمہما اللہ وغیرہما نے تصریح کی ہے، بلکہ محیط وغیرہ میں ہے کہ یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے(حزانۃ الحواشی)

علامہ ابنِ عابدین شامی’’ردُّ المحتار‘‘میں جمہور کے مقابلہ میں تکفیر کا قول کرنے والے حضرات کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.
نعم يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلك وضوحا ما صرحوا به في كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية .وقال ابن ملك في شرح المجمع :وترد شهادة من يظهر سب السلف لأنه يكون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل (ردالمحتار، ج۴،ص۲۳۷،كتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم في حكم سب الشيخين)

ترجمہ: اور پہلی نقل زیادہ ثابت ہے،اورابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔ ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین کے کلام سے تعلق ہے،اورغیرفقہاء کے قول کا اعتبار نہیں،اور مجتہدین سے وہی منقول ہے، جو ہم نے ذکر کیا،جس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے اپنی متون اورشروح پر مشتمل کتابوں میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو علی الاعلان سلف پر سبّ وشتم کرتا ہو،اور خطابیہ کے علاوہ دیگر اہلِ ہواء کی گواہی کو قبول کیا جائے گا،اورابنِ ملک نے شرحُ المجمع میں فرمایا کہ جو علی الاعلان سلف پر سبّ وشتم کرتا ہو،اس کی گواہی کو رَد کردیا جائے گا، کیونکہ یہ ظاہری فسق ہے،اوراہلِ ہواء اور جبریہ اورقدریہ اوررافضی اورخارجی اور

www.idaraghufran.org

اہلِ تشبیہ اور اہلِ تعطیل کی گواہی کو قبول کیا جائے گا (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی ’’ردُّ المحتار‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

وأنت خبير بأن الصحيح فى المعتزلة والرافضة وغيرهم من المبتدعة أنه لا يحكم بكفرهم وإن سبوا الصحابة أو استحلوا قتلنا بشبهة دليل كالخوارج الذين استحلوا قتل الصحابة (ردالمحتار، ج۵ص ۱۱۱، كتاب البيوع، باب خيار العيب)

ترجمہ: اور آپ اس بات سے باخبر ہیں کہ ’’معتزلہ‘‘ اور ’’رافضہ‘‘ اور ان کے علاوہ دوسرے ’’اہلِ بدعت‘‘ کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اگرچہ وہ صحابہ پر سبّ وشتم کریں، یا ہمارے قتل کو حلال سمجھیں، کیونکہ اس کی دلیل میں شبہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ وہ خوارج، جنہوں نے صحابہ کے قتل کو حلال سمجھا (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی ’’ردالمحتار‘‘ میں ہی فرماتے ہیں:

نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۲۳۷، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: محدثین نے تصریح کی ہے کہ ’’اهل الاهواء‘‘ کی روایت قبول کرلی جائے گی، پس یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو ’’عامۃِ صحابہ‘‘ پر سب وشتم کرے، اور ان کی تکفیر کرے، اپنی کسی فاسد تاویل کی بناء پر (ردالمحتار)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی اپنی کتاب ’’تنبيه الولاة والحكام علٰى أحكام شاتم خير الأنام‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

(إذا علمت ذلک) ظهر لک أن ما مر عن الخلاصة من أن الرافضى إذا كان يسب الشيخين ويلعنها ، فهو كافر، مخالف لما فى كتب المذهب من المتون والشروح الموضوعة لنقل ظاهر الرواية، ولما قدمنا عن الإختيار وشرح العقائد ، بل مخالف للإجماع على ما نقله ابن المنذر، كما مر فى عبارة فتح القدير ، وكذا ما قدمنا فى عبارة شيخ الاسلام ابنِ تيمية من قوله ،وقال ابن المنذر لا أعلم أحدا يوجب قتل من سب من بعد النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم. وإذا كان هذا فيمن يظهر سب جميع السلف فكيف من يسب الشيخين فقط ، فعلم أن ذلک ليس قولا لأحد من المجتهدين وإنما هو قول لمن حدث بعدهم ، وقد مر فى عبارة الفتح أنه لا عبرة بغير كلام

الفقهاء المجتهدين (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۳۳ ، الباب الاول فى حكم ساب احد الصحابة رضى الله عنهم ، ضابط تكفير اهل البدع من روافض ونحوهم ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ:2007ء)

ترجمہ: اور جب آپ یہ بات جان چکے، تو آپ کے لیے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''خلاصہ'' کے حوالے سے جو یہ بات گزری کہ ''رافضی'' جب شیخین رضی اللہ عنہما پر سبّ وشتم اوران پرلعنت کرے، تو وہ کافر ہے، تو یہ مذہب کے متون اور شروح میں مذکور موقف کے خلاف ہے، جو ظاہرُ الروایۃ کو نقل کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں، اور جیسا کہ ہم ''الاختيار'' اور ''شرح العقائد'' کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں، بلکہ یہ بات اس اجماع کے بھی خلاف ہے، جس کو ابنِ منذر نے نقل کیا ہے، جیسا کہ ''فتح القدير'' کی عبارت کے حوالے سے گزرا، اور اسی طریقے سے اس کے بھی خلاف ہے، جو ہم نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی عبارت میں ان کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ابنِ منذر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو سبّ وشتم کرنے والے کے قتل کو واجب قرار دیا ہو۔

اور جب یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے، جو تمام سلف کو سبّ وشتم کرتا ہو، تو جو شخص صرف شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ حکم کیونکر نہیں ہوگا، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ قول مجتہدین میں سے کسی کا نہیں ہے، بلکہ یہ مجتہدین کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کا قول ہے، اور ''فتحُ القدير'' کی عبارت میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ فقہائے مجتہدین کے علاوہ کے کلام کا اعتبار نہیں (تنبيه الولاة والحكام)

مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرقاۃ المفاتیح کے شارح ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

الرافضة :الجماعَة الطاغية فى الصَحابة مِن الرفض بِمَعْنَى الترک، وَسمّوا بذلک لِتركهم زيد بن علی، حِينَ نَهَاهم عَن الطعن فى الصَحابة ، وَالخَوارج عَلىٰ اختِلاف فرقها يَجمعها القول بتكفِير عثمَان وَعَلى وَطلحة وَالزبير وَعَائشة وَمُعَاوية، ١ه.

وَلا يَخفى أنهم مَع هَذا عدوا مِن الطوائف الإسلامِيَّة، كَمَا هَو فى الكتب الكلامية.وَإذَا كَانَ تكفِير هَؤلاء الأكابر مِنُ الصَحابة لا يكُون كفراً، كيف

یکون سَبّ الشیخین کفراً أیضاً؟ وَلو کَان سَبُّ الصَحِابة کفراً لم یذکر فی فَصل مَن لا یقبل شهادته؛ لأنه مَوضُوع فی حَقِّ طَوائف المُسلمین (شَمُّ العَوارِضِ فی ذمِّ الرُّوَافِضِ، ص ۱۰۳)

ترجمہ: رافضی، اس جماعت کا نام ہے جو صحابہ کے متعلق سرکشی اختیار کرتی ہے، رفض، ترک کرنے کے معنیٰ میں ہے، اور اس جماعت کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ انہوں نے زید بن علی کو ترک کر دیا تھا، جب انہوں نے ان لوگوں کو صحابہ کی شان میں طعن کرنے سے منع کیا تھا، اور خوارج اپنے مختلف فرقوں کے باوجود سب کے سب حضرت عثمان، حضرت علی، اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر، اور حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور یہ بات مخفی نہیں کہ اس کے باوجود ان فرقوں کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ کتبِ کلامیہ (عقائد کی کتابوں) میں ہے۔ اور جب مذکورہ اکابر صحابہ کی تکفیر، کفر نہیں ہے، تو شیخین کو سب وشتم، کیسے کفر ہوسکتا ہے، اور اگر صحابہ کو سب وشتم کرنا، کفر ہوتا، تو ان کا شہادت قبول نہ کئے جانے والے لوگوں میں ذکر نہ کیا جاتا، کیونکہ یہ موضوع، مسلمانوں کی جماعت کے حق میں ہے (شم العوارض)

صاحبِ روح المعانی، علامہ آلوسی (المتوفیٰ: 1270ھ) نے اپنی تالیف ''نهج السلامة الٰی مباحث الامامة'' میں فرماتے ہیں:

من لم یکفرهم الجمهور کالقدریة والخوارج والرافضة عرضة للتأویل، فلا تعارض الأدلة (القاطعة بخلافها)، وقد ورد مثلها فی غیر الکفرة من عصاة المسلمین کالمرائین، مع القطع بعدم کفرهم إجماعا علی طریق التغلیظ، وکفر دون کفر وإشراک دون إشراک (نهج السلامة إلی مباحث الإمامة، المبحث الثانی فی حکم أهل القبلة،حکم التکفیر عند العلماء وحکم من سب الصحابة ،الناشر: دار ابن قیم، الریاض، الطبعة الاولیٰ:2018م .)

ترجمہ: جن فرقوں کو جمہور نے کافر قرار نہیں دیا، جیسا کہ قدریہ اور خوارج اور روافض، تو تاویل کے پیش آنے کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا، پس دلائلِ قطعیہ کے اس کے برخلاف ہونے سے اس کا تعارض نہیں (یعنی قطعی دلائل کفر کے ہوتے ہوئے، جمہور کی

طرف سے روافض وخوارج وغیرہ کو کافر قرار نہ دینا، تاویل کی وجہ سے ہے)اوراسی کے مثل غیر کافر، گناہ گار مسلمانوں کے متعلق بھی کفر کی وعید وارد ہوئی ہے، جیسا کہ دکھلاوا کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے، لیکن یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ ان کے کافر نہ ہونے پر اجماع ہے، یہ کفر بطور تغلیظ کے ہے، اور کفر سے نیچے کفر، اور شرک سے نیچے شرک کے قبیل سے ہے(نہج السلامہ)

پھر آگے علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وقد قال غير واحد من الأجلّة إذا كان في المسألة تسعة وتسعون قولا بالتكفير، وقول واحد بعدم التكفير، يفتي بعدم التكفير (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانی فی حکم أهل القبلة،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة ،الناشر: دار ابن قیم، الریاض، الطبعة الاولیٰ:2018م).

ترجمہ: اور متعدد جلیل القدر حضرات نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ میں ننانوے اقوال، کافر قرار دینے کے ہوں، اور صرف ایک قول کافر نہ ہونے کا ہو، تو فتویٰ کافر نہ ہونے پر دیا جائے گا ہے(نہج السلامہ)

پھر اس کے بعد علامہ آلوسی نے بہت سے علمائے ماراءالنہر کے نزدیک اثنا عشریہ کی تکفیر، اور ان کے علاوہ دوسرے علماء کے نزدیک عدمِ تکفیر کا ذکر کرتے ہوئے، دونوں کے دلائل کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:

تكفير الاثنى عشرية فيما ذهبوا إليه من التفصيل هو مذاق الفقهاء المكتفين في المطالب بالظواهر، وعدم تكفيرهم فيه هو مذاق المتكلمين الملتزمين للقواطع في ذلك، وأنا أقول ما ذهبوا إليه مما هو مفصّل في محله، إن لم يكن كفرا فهو من الكفر أقرب، ونحن قد ذكرنا لك أصلا في التكفير وعدمه فلا تغفل عنه (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانی فی حکم أهل القبلة،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة، الناشر: دار ابن قیم، الریاض، الطبعة الاولیٰ:2018م)

ترجمہ: جن اسباب ووجوہات کی بناء پر اثنا عشری کی مذکورہ (ماوراءالنہر کے) علماء نے تکفیر کی ہے، یہ ان فقہاء کے مذاق پر مبنی ہے، جو مطالب میں ظواہر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور اثنا عشری کی عدمِ تکفیر، ان متکلمین کے مذاق پر مبنی ہے، جو اس تکفیر کے باب میں

قواطع کا التزام کرتے ہیں،اور میں ان حضرات ہی کے قول کو اختیار کرتا ہوں،جیسا کہ تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے،اگر یہ کفر نہیں،لیکن کفر کے قریب تر ہے،اور ہم نے آپ کے لئے تکفیر وعدمِ تکفیر کے بارے میں قاعدہ بیان کر دیا ہے،جس سے آپ کو غافل نہیں ہونا چاہیے(نہج السلامہ)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ تکفیر کے باب میں مطالب ومقاصد میں ظاہر پر اکتفاء کرنا کافی نہیں، بلکہ اس کے لئے قواطع کا التزام ضروری ہے،اسی بناء پر جمہور نے روافض کی تکفیر نہیں کی،اور روافض سے امامیہ ہی مراد ہیں،اور جمہور امامیہ سے اثنا عشری ہی مراد ہیں،اسی وجہ سے علامہ آلوسی نے اسی آخری قول کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے،اور اسی کے ساتھ اپنی طرف سے پیچھے بیان کردہ قاعدہ سے غافل نہ ہونے کا حکم دیا ہے،یعنی دور کی تاویل کو اختیار کرنے،اور ظاہر پر اکتفاء نہ کرنے،اور ننانوے اقوال واحتمالات کفر کے،اور ایک قول واحتمال،عدمِ کفر کا ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کا فتویٰ دینے کا جو علامہ آلوسی نے خود پہلے بیان کیا۔

علامہ آلوسی نے اثنا عشری کی تکفیر میں علمائے ماوراء النہر اور دیگر علماء کا جو اختلاف نقل کر کے عدمِ تکفیر کو ترجیح دی ہے،یہی اختلاف شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی نقل کیا ہے،ایک جگہ شیعہ کے بارے میں اور ایک جگہ امامیہ کے بارے میں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ایک مقام پر ہے کہ:

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے)ایک مرید نے عرض کیا کہ شیعوں کے ساتھ قرابت (ورشتہ داری قائم) کرنا جائز ہے،یا نہیں؟

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے)فرمایا کہ''علمائے ماوراء النہر''ان کے کفر وارتداد کی طرف گئے ہیں،ان کے نزدیک شیعوں سے قرابت قطعاً جائز نہیں ہے۔اور دوسرے علماء صرف فسق اور بدعت کے قائل ہیں،ان کے نزدیک قرابت جائز ہے(ملفوظات شاہ عبدالعزیز،اردو،ص۴۸،ناشر:پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ،کراچی،سنِ اشاعت:۱۹۶۰ء)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تالیف''تحفۂ اثنا عشریہ''میں لکھتے ہیں:

وروافض کہ خودرا، امامیہ می گویند در تکفیر آنہا اختلاف است (تحفۂ اثناء عشریہ، فارسی ص ۱۷، باب اول در کیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بہ فرق مختلفہ)

ترجمہ: اور روافض، جو خود کو ''امامیہ'' کہتے ہیں، ان کی تکفیر میں اختلاف ہے (تحفۂ اثناء عشریہ)

اور ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے خود حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے علمائے ماوراء النہر کے تشدد وتعصب کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''حنفی مذہب کی نماز شافعی اور مالکی اور حنبلی سب کے پیچھے جائز ہے، اس واسطے کہ اصول میں ان چاروں مذاہب میں کوئی اختلاف نہیں، اور یہ حکم احادیث اور فقہ کی کتبِ معتبرہ سے ثابت ہے، لیکن فی زمانہ بعض علمائے ماوراء النہر اپنی کم فہمی کے سبب سے تعصب رکھتے ہیں، اور اس بارہ میں گفتگو کرتے ہیں، ان کا قول، قابلِ رَد ہے، اور فقہ و حدیث کے خلاف ہے، یہ صرف ان کا مسئلہ اجتہادیہ ہے، ہرگز قابلِ سماعت اور لائقِ اعتبار نہیں (فتاویٰ عزیزی، ص ۴۶۳، باب الفقہ، مسائلِ نماز، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، سنِ طباعت 1412ہجری)

اور کفر کے قریب تر ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ کفر کا زیادہ اور ایمان کا احتمال کم ہے، جو عدمِ تکفیر کے لئے کافی ہے، اور جب کسی کے کفر وعدمِ کفر میں اختلاف ہو، یا سینکڑوں احتمالات میں سے ایک بعید احتمال بھی ایمان کا ہو، تو عدمِ کفر کا فتویٰ واجب ہونے کی تصریح خود علامہ ابنِ عابدین شامی نے کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''ردُّ المحتار'' میں فرماتے ہیں:

إذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم (ردالمحتار، ج۴ ص ۲۲۴، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، مسلمان سے حسنِ ظن کو اختیار کرتے ہوئے (ردُّ المحتار)

www.idaraghufran.org

نیز علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''ردُّ المحتار''میں ہی فرماتے ہیں:

(قوله ولو رواية ضعيفة) قال الخير الرملي :أقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا، ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه (قوله كما حرره في البحر) قدمنا عبارته قبيل قوله وشرائط صحتها (قوله وجوه) أي احتمالات لما مر في عبارة البحر عن التتارخانية أنه لا يكفر بالمحتمل (ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۰،کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ ''اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو'' خیر رملی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ روایت ہمارے مذہب کے علاوہ کی کیوں نہ ہو،اوراس بات پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ کفر کو ثابت کرنے کے لئے'' مجمع علیہ'' چیز کا پایا جانا شرط ہے،مصنف کا یہ قول کہ ''جیسا کہ البحر میں تحریر ہے''ہم اس کی عبارت''وشرائط صحتھا''کے قول سے کچھ پہلے ذکر کر چکے ہیں،مصنف کا یہ قول کہ''مختلف وجوہات''یعنی مختلف احتمالات،جیسا کہ البحر کی عبارت میں تتارخانیہ کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ محتمل کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی (ردُّ المحتار)

اسی بحث میں آگے چل کر ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إذا كان في المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتي أن يميل إلى عدم التكفير (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷،کتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم في حكم سب الشيخين)

ترجمہ: جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو،اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو،تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو(ردُّ المحتار)

پھر مندرجہ بالا بات کی یاددھیانی کراتے ہوئے علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

وتقدم أن المراد بالاختلاف ولو رواية ضعيفة ولو في غير المذهب (ردالمحتار، ج۴ص۲۴۷،کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: اور یہ بات گذر چکی ہے کہ اس سے مراد،اختلاف ہے،اگرچہ وہ ضعیف روایت پر ہی مبنی کیوں نہ ہو،اوراس سے بڑھ کر اگرچہ وہ ضعیف روایت دوسرے مذہب کی کیوں نہ ہو(ردُّ المحتار)

اورفقہ حنفی کی کتاب’’ نصابُ الاحتساب ‘‘میں ہے:

إِذَا كان مختلفا فيه فعلى المفتي أن يميل إلى عدم التكفير (نصاب الاحتساب،ص ٣٨٦،الباب التاسع والخمسون:فصل :فی کلمات الکفر)

ترجمہ: جب کسی کے کفر میں اختلاف ہو،تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو(نصاب الاحتساب)

جب کسی کی عدمِ تکفیر کی روایت اپنے مذہب کے علاوہ بھی موجود ہونے کی صورت میں تکفیر کا حکم لگانے سے اجتناب کا حکم ہے،تو کسی کی عدمِ تکفیر کے متعلق اپنے مذہب کا راجح قول، بلکہ جمہور کا مذہب ہونے کی صورت میں تکفیر کی کیونکر گنجائش ہوسکتی ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جمہور مجتہدین،عدمِ تکفیر کے قائل ہیں،اور غیر مجتہد وغیر جمہور تکفیر کے قائل ہیں،ہم اس اختلاف کو تسلیم کرنے کے باوجود عدمِ تکفیر کو ترجیح دیتے ہیں،ایسی صورت میں عبدالجبار سلفی جیسے متشدد کا ہمیں رافضی ہونے سے متہم کرنا،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر الزام کی طرح ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میرے والد ماجد (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) سے کسی نے شیعوں کے کافر ہونے کی نسبت مسئلہ دریافت کیا’’ جیسا کہ اس باب میں احناف کا اختلاف ہے‘‘بیان کیا،اس نے دوبارہ دریافت کیا،تو بھی وہی جواب ملا۔ میں نے سنا کہ وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ یہ مولوی صاحب شیعہ معلوم ہوتے ہیں (ملفوظات شاہ عبدالعزیز ،اردو،ص۸۴،ناشر: پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ،کراچی،سنِ اشاعت:۱۹۶۰ء)

اہل السنہ والجماعہ پر رافضیت کی تہمت لگانے والے متہم ساز اور تکفیر باز ہر دور میں رہے ہیں،جن کے متعلق امام شافعی نے واضح فرمادیا تھا کہ:

إذا نحن فضّلنا عَلِيًّا فإننا ...رَوَافِضُ بالتفضيل عند ذوى الجهل
وفَضلُ أبى بكر إذا ما ذكرتُهُ ...رُمِيتُ بنَصْب عند ذكرىَ للفضل
فلا زِلْتُ ذا رفضٍ ونصبٍ كلاهما ..بحُبِّيهما حتى أُوَسَّدَ فى الرمل

(مناقب الشافعی للبیہقی ،ج۲،ص۷۰،باب ذکر أبیات تؤثر مما أنشد الشافعی لنفسہ أو أنشد لغیرہ)

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط43) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (اکیسواں حصہ)

جیسا کہ یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ علامہ ابنِ رشد قرطبی محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ''مسلم فلسفی، ریاضی دان، ماہر فلکیات، طبیب، شاعر'' اور مقنن تھے، جامع العلوم تھے، متعدد علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی، تصنیف وتالیف کا بھی خاص ذوق تھا، اسی وجہ سے آپ کا شمار بارہویں صدی کی مشہور ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ رشد قرطبی نے فقہ، منطق، قواعد ولغت، قانون، علمِ فلکیات اور طب پر متعدد کتب لکھی ہیں، مگر آپ کی وہ تصانیف زیادہ مقبول ہوئی ہیں، جو ارسطو کی مابعد الطبیعات کی وضاحت اور تشریح کے سلسلے میں ہیں، آپ نے ارسطو کے فلسفے پر نہایت سیر حاصل شرحیں لکھیں، جن کے عربی، لاطینی زبانوں کے علاوہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔

علامہ ابنِ رشد قرطبی کی متعدد کتب زمانہ کے نشیب وفراز کی نذر بھی ہوئیں، اور جو باقی ہیں، وہ ہم تک پہنچیں، چنانچہ آپ کی تصانیف کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، فقہی وکلامی تصانیف، طبی تصانیف، ادبی ولغوی تصانیف، فلسفی تصانیف۔

آپ کی اس قدر تصانیف میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ آپ نے ارسطو کے تقریباً سارے فلسفے کو اپنی شروحات میں سَمو دیا، ارسطو پر آپ کی تشریحات کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مختصرات: یہ ان پر مشتمل ہیں، جو آپ نے ارسطو سے سمجھا۔

خلاصے اور شروحاتِ صغریٰ: ان پر ارسطو کے کلام پر گفتگو کی گئی ہے۔

شروحاتِ کبریٰ: یہاں آپ ارسطو کی کسی بات کا حوالہ دے کر اپنے انداز میں شرح کرتے ہیں۔

علامہ ابنِ رشد قرطبی رحمہ اللہ کا شمار فقہ مالکی کے جلیلُ القدر علماء وفقہاء اور مفتیوں میں سے ہوتا ہے، اور اس حوالے سے ایک مشہور فقہی کتاب ''بدایۃُ المجتھد ونہایۃُ المقتصد'' بھی تالیف

فرمائی، جو آپ کے بلند پایۂ علمی اور فقہی مسائل کی فہم وفراست میں بلند درجہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور کتبِ فقہ میں ''بدایۃُ المجتھد'' کو جو مقام حاصل ہے، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، چنانچہ ''بدایۃُ المجتھد'' کو علمی دنیا کی جامع اور نہایت وقیع کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے، جو کہ اکثر مدارس وجامعات میں نصاب کا حصہ ہے، اس کی بڑی وجہ اس کتاب کا اندازِ بیان ہے، اس کے مضامین کی ترتیب دیگر کتبِ فقہ سے بالکل مختلف ہے، مثلاً عبادات کے بعد ''کتابُ الجہاد'' کو ''کتابُ الایمان'' اور ''کتابُ المعاملات'' سے مقدم رکھا ہے۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے سے اجتہاد کی قوت اور ذہنی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے، عام طور پر کتبِ فقہ میں ہر طرح کے فروعی مسائل کو جمع کردیا جاتا ہے، لیکن ان کے پڑھنے والے کے لیے یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کون سا فرعی مسئلہ کس اصول کے تحت مستنبط کیا گیا ہے، اور اس کے بنیادی اصول ومآخذ کیا ہیں، اور کیا بیان کردہ مسئلہ کا کوئی مخالف پہلو بھی یا نہیں، اور اگر ہے تو اسے کس اصول سے اخذ کیا جائے گا؟

چنانچہ علامہ ابنِ رشد قرطبی نے اپنی مذکورہ تالیف میں سب سے پہلے تو اس مقلدانہ طرز کو ترک کرکے ایک نیا اسلوبِ بیان اختیار کیا، جس میں آپ سب سے پہلے کسی بھی مسئلہ پر تمام فقہاء کی آراء اور دلائل کو پیش کرتے ہیں، اس کے بعد سببِ اختلاف کا ذکر کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ مذکورہ مسئلہ کے موافق ومخالف، دونوں پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ہر ایک مذہب کے تائیدی دلائل بیان کرتے ہوئے راجح موقف اور ترجیحی مذہب کی نشاندہی کرتے ہیں، اگرچہ بہت سی جگہوں پر آپ نے صرف دلائل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، اور اگر ان کو بیان کردہ مسائل میں سے کسی ایک سے بھی اتفاق نہ ہوتا، تو انہوں نے اپنا اجتہاد پیش کرکے اس کو دلائل سے واضح کیا ہے، اور بعض جگہوں پر راجح موقف کا فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا ہے، اور اس طرح معروف اور غیر معروف ہر قسم کے ائمہ کے مذاہب اس کتاب میں موجود ہیں، جس سے ابنِ رشد کی وسعتِ نظر کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

مصنف اگرچہ خود مالکی المسلک ہیں، لیکن کسی بھی موقع پر جانبدار نظر نہیں آتے، جبکہ ابنِ رشد سے قبل بہت سے اہلِ علم اور اکثر کتبِ فقہ کے مصنفین اپنے امام کی رائے کی لازماً تائید کرتے تھے،

www.idaraghufran.org

اور اپنے امام کے قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کے رطب و یابس دلائل فراہم کیے جاتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر فریق اپنے اپنے امام کے مسلک کے ساتھ مقید اور چمٹا رہتا، اور ان کے ذہنوں میں ایسا جلا پیدا نہ ہوسکا کہ وہ خالی الذہن ہر کو یہ فیصلہ کرسکیں کہ کس امام کی رائے زیادہ صواب، اور کس کی رائے خطاء پر مبنی ہے؟

لیکن علامہ ابنِ رشد قرطبی نے یہ کتاب لکھ کر اس روش کو بدل ڈالا، ذہنوں کے اس دھارے کو بالکل بدل کر رکھ دیا، اور اذہان کو غور و فکر کرنے کا ایک نیا انداز فراہم کیا، اندھی اور کورانہ تقلید کے انداز کو تہ و بالا کردیا۔ اسی وجہ سے ''بدایۃ المجتہد'' کو دوسرے مسالک میں بھی قابلِ اعتناء سمجھا گیا ہے، اور ہر دور کے علماء و فقہاء اس سے علمی استفادہ کرتے آئے ہیں، اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی دیگر کتب میں ''فلسفہ ابنِ رشد'' اور اصولِ طب سے متعلق دو کتابیں ''**كتاب الكليات** '' اور ''**شرح أرجوزة ابن سينا** '' ہیں، اور ایک کتاب ''**تهافت التهافت** '' جو کہ امام غزالی کی کتاب ''**تهافت الفلاسفة** '' پر رَد ہے، اور فلسفہ کی مشروعیت سے متعلق ایک کتاب ''**فصل المقال، فيما بين الشريعة و الحكمة من الاتصال** '' ابنِ رشد کی مشہور ترین کتابوں میں سے ہیں، اس کے علاوہ بھی آپ نے متعدد کتب و رسائل فلسفہ، فلکیات اور طب سے متعلق تحریر کیے۔[1]

(جاری ہے............)

---

[1] وله (شرح أرجوزة ابن سينا) فى الطب، و (المقدمات) فى الفقه، كتاب (الحيوان) ، كتاب (جوامع كتب أرسطوطاليس) ، (شرح كتاب النفس) ، كتاب (فى المنطق) ، كتاب (تلخيص الإلاهيات) لنيقولاوس، كتاب (تلخيص ما بعد الطبيعة) لأرسطو، كتاب (تلخيص الاستقصات) لجالينوس، ولخص له كتاب (المزاج) ، وكتاب (القوى) ، وكتاب (العلل) ، وكتاب (التعريف) ، وكتاب (الحميات) ، وكتاب (حيلة البرء) ، ولخص كتاب (السماع الطبيعي) ، وله كتاب (تهافت التهافت) ، وكتاب (مناهج الأدلة) أصول، وكتاب (فصل المقال، فيما بين الشريعة والحكمة من الاتصال) ، كتاب (شرح القياس) لأرسطو، (مقالة فى العقل) ، (مقالة فى القياس) ، كتاب (الفحص فى أمر العقل) ، (الفحص عن مسائل فى الشفاء) ، (مسألة فى الزمان) ، (مقالة فيما يعتقده المشاؤون وما يعتقده المتكلمون فى كيفية وجود العالم) ، (مقالة فى نظر الفارابى فى المنطق ونظر أرسطو) ، (مقالة فى اتصال العقل المفارق للإنسان) ، (مقالة فى وجود المادة الأولى) ، (مقالة فى الرد على ابن سينا) ، (مقالة فى المزاج) ، (مسائل حكمية) ، (مقالة فى حركة الفلك) ، كتاب (ما خالف فيه الفارابى أرسطو) (سير اعلام النبلاء، ج ٢١، ص ٣٠٧، الطبقة الثلاثون، رقم الترجمة: ١٦٤ ، ابن رشد الحفيد محمد بن أحمد بن محمد القرطبى)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط93) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط9)

4۔ بیتِ فئی:

بیت المال کے اس شعبہ میں فئی اور اس کی مختلف اقسام، اخماس میں اللہ اور اس کے رسول کا حصہ، خراجی زمینوں کا خراج، دفینوں کا خمس کہ جن کے مالک کا علم نہ ہو، مسلمانوں میں سے ایسے شخص کا مال یا دیت جو فوت ہوگیا ہو، اور اس کے وارث موجود نہ ہوں، عوام سے حاصل ہونے والے دیگر حادثاتی ٹیکسز اور گورنر ودیگر سرکاری عہدیداروں کو ملنے والے ہدایا وتحائف اس شعبہ میں جمع کئے جائیں گے۔ [1]

دورِ حاضر میں دیکھا جائے، تو اس شعبہ میں ہونے والے اکثر ذرائع آمدن جیسے فئی، خمس وغیرہ تقریبا مفقود ہوچکے ہیں، ہاں اس شعبہ میں وہ حادثاتی ٹیکس شامل ہیں، جو عوام پر بیت المال سے ضرورت پوری نہ ہونے پر وقتی طور پر لگائے جاسکتے ہیں۔ جس کے بارے میں آگے تفصیل سے آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس شعبہ میں سرکاری ملازمین کو اندرونی وبیرونی دوروں کے جانے پر ملنے والے ہدایا وتحائف بھی جمع کئے جاسکتے ہیں۔ جو کہ آج بھی قابلِ عمل صورت ہے۔

فقہائے کرام جب بھی اپنی کتب میں اس بات کا تذکرہ کریں کہ چیز یہ بیت المال کا حصہ ہوگی، تو اس سے عمومی طور پر ان کی مراد اسی شعبہ کی ہوتی ہے۔ اس شعبہ میں موجود جمع پونجی کو ویسے تو ریاست کا امیر وصدر اپنی صوابدید کی بناپر مسلمانوں کے مصالحِ عامہ میں سے کہیں بھی لگا سکتا ہے، اور یہ مصالح وقت اور جگہ اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوسکتے ہیں، تاہم امیرِ ریاست کو درج ذیل اہم ترین مصالح کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

---

[1] الموسوعة الفقهية الكويتية (وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت 1404ھ) ج8ص 253 مادة: بيت المال

www.idaraghufran.org

بعض فقہاء کے نزدیک کسی بھی شہری کو چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو، اس کی کسی بھی ضرورت کی بنا پر اس کو اس شعبہ سے مال دیا جاسکتا ہے، تاہم شافعیہ کے نزدیک اموالِ فئی صرف اہل جہاد کے لئے خاص ہوں گے، ان کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اس شعبہ میں سے مال نہیں دیا جاسکتا۔ [1]

دورِ حاضر میں جمہور کا قول زیادہ قابلِ عمل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ موجودہ وقت میں نہ تو اب جہاد کے حالات ہیں، اور نہ ہی اہل جہاد۔ ہاں ملک وریاست کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے سپاہی اور آرمی کا پورا ادارہ اس کے ذیل میں آ سکتا ہے، کیونکہ اس ادارہ کا بھی ایک بڑا امدافعاتی بجٹ سالانہ اعتبار سے الگ کیا جاتا ہے۔

اس شعبہ کا دوسرا مصرف ریاست کی سرحدوں کی حفاظت، اور اس کے لئے درکار اسلحہ ودیگر انتظامات ہیں۔ تیسرا سرکاری عہدوں پر فائز ملازمین جیسے جج، صدر، وزیر اعظم، ودیگر ملازمین کی تنخواہیں بھی اسی شعبہ سے نکالی جائیں گی۔ چوتھا اس شعبہ میں سے ریاست میں بسنے والے ایسے غریب ومستحق افراد جو کسمپرسی کی زندگی بنا کپڑوں اور کھانے کے جی رہے ہوں، ان کے لئے بھی کھانے، کپڑوں، اور تجہیزِ میت کا بندوبست کیا جائے گا۔ [2]

اس شعبہ کا پانچواں مصرف غیر مسلم ریاستوں میں قیدی مسلمانوں کو چھڑانا ہے۔ جتنے بھی غیر مسلم علاقوں وریاستوں میں مسلمان قید میں پھنسے ہوئے ہیں، اگر تو وہ بغیر کسی جرم کے کسی سازش کے تحت قید ہیں، تب بیت المال کے اس شعبے سے ان کو وہاں سے رہا کروانے کے لئے اخراجات کئے جاسکتے ہیں، ورنہ اگر بیرون ممالک میں اپنے کسی جرم کی وجہ سے وہاں قید ہیں، تب تو ان کے لئے اس شعبہ سے مال خرچ کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔

اس شعبہ کا چھٹا مصرف ریاست کے عام شہری مصالح وتعمیراتی کام جیسے مساجد، راستے، پُل، سڑکیں وغیرہ بنوانا ہے۔ جیسے دورِ حاضر میں پاکستان میں عوام کے مصالح کی خاطر موٹروے، ہائے وے، سڑکیں، میٹروبس، اور مساجد وغیرہ کی تعمیر شامل ہیں۔ اگر چہ مساجد کی تعمیر حکومت

[1] قرطبی، ابن رشد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد (دار الحدیث القاھرۃ 1425ھ) ج2ص 166 کتاب الجھاد

[2] شامی، ابن عابدین، الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (دار الفکر، بیروت 1412) ج3ص280

www.idaraghufran.org

کی طرف سے نہیں کی جاتی،لیکن یہ ذمہ داری بھی بیت المال کے اسی شعبہ سے تعلق رکھتی ہے ۔ساتواں مصرف یہ ہے کہ اگر کسی سرکاری ادارہ میں کام کرنے والے کسی ملازم سے غلطی سے کسی کا جانی یا مالی نقصان ہوگیا،تو وہ مالی یا جانی نقصان جیسے دیت، یا جرمانہ وغیرہ اسی شعبہ سے ادا کیا جائے گا۔ [1]

اگر جان بوجھ کراس ملازم نے اس طرح کی حرکت کی ہو،تو اس کا جرمانہ اس کوخود ہی ادا کرنا ہوگا۔

اس ضمن میں آخری بحث اسلامی ریاست میں ذمیوں یا آج کے دور میں غیر مسلموں کی بیت المال سے مدد کرنا ہے ۔آیا اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کا بیت المال سے تعاون کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں متاخرین یعنی بعد کے فقہائے کرام نے توصراحت کی ہے کہ بیت المال کے اندر غیر مسلموں اور ذمیوں کا کوئی حق نہیں ہے،الا کہ ان کی اضطراری حالت پیش آجائے ،تو پھر صرف بھوک مٹانے کی حد تک ان کے لئے بیت المال سے کھانے کا تعاون کیا جاسکتا ہے۔ [2]

ہمارے نزدیک متاخرین یعنی بعد کے فقہاء نے جو یہ بات سرسری انداز میں غیر مسلموں کے متعلق لکھی ہے،دورِخلافت کوسامنے رکھا جائے،تو یہ بالکل بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔دورِخلافت پر اگرایک نظر دوڑائی جائے،تو اس میں ذمیوں یعنی غیر مسلموں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں رکھا جاتا تھا کہ صرف ان کو بھوک کے بقدر روٹی فراہم کردی جائے، بلکہ ضرورت مند ذمیوں سے نہ صرف جزیہ معاف تھا، بلکہ ان کی اوران کے اہل وعیال کی بھی بیت المال سے باقاعدہ کفالت کی جاتی تھی۔

اس کی کئی مثالیں امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ذکر کی ہیں۔ [3]

---

[1] الموسوعة الفقهية الكويتية(وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية،الكويت 1404ه)ج8ص 253 مادة:بيت المال

[2] شامی،ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين(دارالفكر،بيروت 1412)ج2ص220، كتاب الجهاد

[3] ابويوسف،القاضي،يعقوب بن ابراهيم،الخراج(المكتبة الازهرية للتراث)ص158

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

مون سون کی بارشیں

ایک خوبصورت گاؤں تھا جس کا نام سرسبز تھا۔ یہاں کی فضا ہمیشہ صاف اور ہوا خوشگوار رہتی تھی۔ لیکن ہر سال مون سون کی بارشیں گاؤں میں خوشیاں اور مشکلات دونوں لے کر آتی تھیں۔ یہ کہانی اسی بارش کے موسم کی ہے، اور اس کے اثرات اور احتیاطی تدابیر کے بارے میں ہے۔ گاؤں کے لوگ مون سون کی آمد کا انتظار بڑی بے صبری سے کرتے۔

بارشوں کے آنے سے زمین سبز و شاداب ہو جاتی، فصلیں لہلہا اٹھتی تھیں، اور درختوں کی پتیاں ہری بھری ہو جاتی تھیں۔ ہر طرف پانی کی بوندیں گرنے کی آوازیں، پرندوں کی چہچہاہٹ، اور ہوا میں تازگی کا احساس ہوتا۔

بچے بارش میں کھیلنے کے لیے باہر نکلتے، مٹی کی خوشبو ہر طرف پھیل جاتی، اور سب کو ایک نیا جوش و خروش محسوس ہوتا۔ لیکن ہر چیز کی طرح، بارشوں کا موسم بھی اپنے ساتھ کچھ چیلنجز لے کر آتا تھا۔ ان چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے گاؤں کے لوگ ہمیشہ تیار رہتے۔ چلیے، ہم دیکھتے ہیں کہ بارشوں کے موسم کے دوران گاؤں میں کیا ہوتا ہے اور لوگ کیسے ان مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔

ایک دن مون سون کی بارشیں اچانک شروع ہو گئیں۔ بارش کی بوندیں آسمان سے نیچے گرنے لگیں، اور زمین پر جیسے ایک نئی زندگی سی آ گئی۔ گاؤں کے لوگ خوشی خوشی بارش کے مزے لینے لگے۔

مگر جلد ہی ان کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔

بارش کا پانی گلیوں اور سڑکوں پر جمع ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ گاؤں کے ایک بزرگ نے سب کو بتایا:

”پانی کی نکاسی کے لیے ہر گھر کے سامنے کی نالیاں اور بڑے نالے صاف کرنا ضروری

www.idaraghufran.org

ہے۔کیونکہ سارا سال ان نالیوں میں گند جمع ہوتا رہتا ہے،جس کی وجہ سے یہ نالیاں زیادہ پانی بہا نہیں سکتیں،اوران میں پانی جمع ہوجاتا ہے۔“

لوگوں نے فوری طور پر اوزار اٹھائے اور نالے صاف کرنے میں لگ گئے۔نالے صاف کیے تاکہ پانی کا کچرا اور کیچڑ وہاں سے نکل سکے اور گھر کے اندر پانی نہ آسکے۔

گاؤں میں کھیتوں کے مالک کسان بھی پریشان تھے۔بارش کے پانی کی زیادتی فصلوں کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔کسانوں نے ایک جگہ پر کھڑے پانی کو نکالنے کے لیے مخصوص آلات استعمال کیے اور کھیتوں میں نمی کو کم کرنے کے لیے انہیں جلدی سے خشک کرنے کی تدابیر اختیار کی۔انسان کے لئے بھی بارشوں کے موسم میں بیماریوں کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔گاؤں کے ہیلپ سنٹر نے لوگوں کو بتایا:

”بارش کے پانی سے ان انفیکشنز سے بچنے کے لیے صاف پانی پینا،مچھروں سے بچاؤ کے لیے مچھر دانیاں استعمال کرنا،اور بارش کے بعد جلدی سے کپڑے اور جوتے صاف کرنا ضروری ہے“

اسی طرح گاؤں کی عورتوں نے بچوں کو بارش کے پانی میں کھیلنے سے منع کیا اور انہیں موزے،جوتے ،اور جیکٹ پہننے کی نصیحت کی۔

گھروں میں بارش کے پانی کے بہاؤ کو روکنے کے لیے چھتوں کی مرمت کی گئی اور دروازوں کے نیچے سے پانی کی روک تھام کے لیے مختلف تدابیر اپنائی گئیں۔

بارش کے موسم کا اختتام ہوا،اور گاؤں میں سب کچھ معمول پر آ گیا۔فصلیں خوبصورت اور سبز و شاداب ہوگئی تھیں،اور لوگ ایک نئے حوصلے اور امید کے ساتھ زندگی گزارنے لگے تھے۔اس تمام عرصے میں،گاؤں کے لوگوں نے مل کر مشکلات کا سامنا کیا اور اپنے تجربات سے سیکھا کہ بارشوں کے موسم میں کیسے احتیاطی تدابیر اپنائی جائیں۔

یہ کہانی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ موسم کی ہر تبدیلی کے ساتھ ہمیں چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے،مگر ہم مل جل کر اور احتیاطی تدابیر اختیار کرکے ان مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط82) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:19)

سرکاری ملازمت

معزز خواتین! گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے، کہ خیر القرون کے دور میں بہت سی خواتین متعدد شعبوں سے وابستہ تھیں، جو نجی اور ذاتی نوعیت کے تھے، البتہ بعض اوقات ایسی مثالیں بھی موجود ہیں، کہ کسی خاتون کو غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے اجتماعی ذمہ داری بھی دی گئی، اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

شفاء بنت عبداللہ

شفاء بنت عبداللہ مشہور صحابیہ ہیں، جن کا تذکرہ کئی باری آچکا ہے، یہ کچھ عملیات بھی جانتی تھی، جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، حضرت حفصہ کو بھی سکھادیں، اسی طرح یہ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، یہ بھی دیگر خواتین کو سکھایا تھا، ان خوبیوں کے علاوہ ان میں انتظام اور نظم وضبط وغیرہ قائم کرنے جیسی دوسری صفات بھی تھیں، جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات انہیں، بازار کی نگرانی پر متعین فرمادیتے تھے، جس سے مراد دو نمبر اور ملاوٹ شدہ چیزوں پر نظر رکھنا اور دھوکہ دہی فراڈ اور اس جیسے دوسرے معاملات کی نگرانی کرنا تھا، جس سے عام لوگوں کو نقصان اور تکلیف سے بچایا جاسکے، گویا یہ ایسا ہی ہے، جیسے آج کل ہمارے یہاں مختلف شعبوں کے لیے نگرانی کے متعدد محکمے قائم ہیں، چنانچہ فوڈ اتھارٹی، ڈریپ، اوگرا، پیمرا، پی ٹی اے، سی اے اے، ایس ای سی پی، نیپرا وغیرہ کا مقصد یہی ہے، کہ عوام الناس کے مفاد میں کام کیا جائے اور ان کے متعلقہ شعبے میں عوام کے مالی تحفظ اور حقوق کی رعایت ونگرانی کی جائے، (وہ الگ بات ہے، کہ کرپشن اور بد عنوانی کی وجہ سے یہ ادارے عوام کے تحفظ کے بجائے خود ان کے لیے ایک دردِ سر اور وبالِ جان بن جاتے ہیں)، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شفاء کو بازار کی نگرانی سپرد کرنے سے، ایسے محکموں

میں خواتین کے کام کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ خواتین ضرورت کے وقت مختلف سرکاری عہدوں پر بھی کام کرسکتی ہیں، بشرطیکہ وہ کام بذاتِ خود نا جائز اور حرام نہ ہو۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ

اب تک ''ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات'' کے عنوان کے تحت جتنی بھی تفصیلی گزارشات پیش کی گئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے، کہ اسلام میں معاشی سرگرمیوں، خاندان اور گھر والوں کی مالی ضروریات اور حقوق کا تحفظ مردوں کے سپرد ہے، جس کا مطلب یہ ہے، کہ مردوں سے مطالبہ کیا گیا ہے، کہ وہ حسبِ استطاعت کاروبار، ملازمت، تجارت، زراعت یا کوئی دوسرا کمائی کا ذریعہ اختیار کریں، اور گھر والوں کی مالی ضروریات کو پورا کریں، اور اصولی اعتبار سے شریعت نے یہ بھی بتادیا کہ گھر میں جو افراد ضرورت مند ہیں یا آپ کے حقوق میں مشغول رہنے کی وجہ سے معاشی سرگرمیوں کے لیے فارغ نہیں ہیں، مثلاً نابالغ اولاد، ضرورت مند بوڑھے ماں باپ اور بیوی وغیرہ، اور ان کے علاوہ درجہ بدرجہ دوسرے قریبی رشتہ دار، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا مردوں کی شرعی ذمہ داریوں میں شامل ہے، لہٰذا مرد جتنے مرضی عبادت گزار اور گوشہ نشین ہوجائیں، اگر ان کی زیرِ کفالت کچھ افراد ہیں، تو مرد حضرات کو ان زیرِ کفالت افراد کے لیے اقدامات کرنے پڑیں گے، آپ اپنی عبادت، ریاضت اور تعلیم تبلیغ کا بہانہ بنا کر یا آڑ لے کر اپنی ذمہ داریوں سے صرفِ نظر نہیں کرسکتے، کیونکہ امت کے سب سے زیادہ بزرگ اور عبادت گزار شخصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زیرِ کفالت افراد کی ضروریات کا انتظام کرنا اس بات کی دلیل ہے، کہ یہ ذمہ داری کسی سے ساقط نہیں ہوگی، اگر آپ اس میں کسی قسم کی کوتاہی برتیں گے، تو شریعت کی نظر میں آپ مجرم تصور ہوں گے، اور گناہ گار ہوں۔

پھر ان ضروریات میں بھی اصول تو بتادیے، کہ مثلاً رہائش، کھانا پینا، لباس وغیرہ کا انتظام کرنا ہے، لیکن ایسی کوئی لگی بندی کیفیت اور خاص حد بندی مقرر نہیں کی، جو سب افراد کے لیے یکساں ہوں، خواہ اس کا تعلق کسی بھی زمانے اور علاقے سے ہو، کیونکہ عین ممکن ہے، کہ کسی زمانے اور

علاقے میں ایک چیز بالکل فضول اور عیاشی میں شمار ہوتی ہو،لیکن دوسرے زمانے اور علاقے کے لیے وہی چیز بنیادی ضرورت کا درجہ رکھتی ہو،چنانچہ اس معاملے میں شریعت نے وسعت اور گنجائش سے کام لیتے ہوئے ، ہرفرد کے لیے اپنے علاقے اور زمانے کے حالات وضروریات کے مطابق،زیرِکفالت افراد پرخرچ کرنے کا حکم دے دیا،خواتین کا عام حالات میں نفقہ مردوں پر رکھا،جواس بات کے ذمہ دار ہیں،کہ اِن کی ضروریات کا انتظام گھر کی حدود میں کیا جائے اور خواتین کوکمانے کجانے اور معاشی سردردیوں سے آزادی نصیب ہو،اوراس کے ذمہ جو دیگر کام ہیں،اولاد کی پرورش،گھر کا انتظام،وہ بہتر طریقے سے انجام دے سکیں۔

خواتین پر معاش کی ذمہ داری اور مطالبہ نہیں ہے،یہ درست ہے،لیکن کیا وہ تجارت،ملازمت اوریا کسی دوسری معاشی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکتی؟،یہ دوسراموضوع ہے،کسی شخص کا ایک چیز کا ذمہ دار ہونا الگ بات ہے،اورکسی کام کا اس کے لیے ناجائز ہونا الگ بات ہے،ہمارے یہاں یا تو اس پر زور دیا جاتا ہے،کہ ہرعورت ہی کمائے خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو،اورمغربی دنیا سے متاثر ہوکر،ہم بھی خواتین کوایک زندہ جیتی جاگتی شخصیت سے نکال کر بازار میں مارکیٹنگ اورکاروبار کا ایک ٹول بنا کررکھ دیں،اوردوسراطبقہ ایسا بھی ہے،جوکسی صورت عورت کے کمانے کو جائز نہیں سمجھتا،خواہ وہ کتنی ہی شرعی پابندی میں اورضروری حالات میں کام کرے،حق اور صحیح بات ان کے درمیان ہے۔

شریعت نیت پر فیصلہ کرتی ہے،اگرخواتین اس لیے کام کررہی ہیں،تاکہ زیادہ سے زیادہ پیسہ جمع کریں،اورشاہ خرچیاں کریں،گھر کے مردضروریات پوری کررہے ہیں،پرخواہشات پوری نہیں ہورہی ہیں،یا خود سے کمانے کوایک معاشرتی سٹیٹس اورمعیار سمجھ لیا جائے،اوراس کے پیچھے شرعی پابندیوں سے آزاد ہونا مقصود ہو،تاکہ خودکمائیں اورکسی کی پابندی برداشت نہ کرنی پڑے(خواہ وہ پابندی شریعت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو)من مانی زندگی گزارنے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے،تو اس طرح سے یہ کمانا اورگھر سے نکلنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا،کیونکہ اس عمل سے مقصود ہی درست نہیں ہے،اللہ تعالیٰ نے مردوں کوخواتین کی ضروریات پوری کرنے کا پابند بنایا ہے،خواہشات کا نہیں،جن صحابیات کے ہم نے حالات ذکر کیے ہیں،ان میں سے کسی کا مقصد یہ

نہیں تھا، کہ وہ معاشی سرگرمی شروع کر کے مالدار ہو جائیں، یا اپنی خواہشات کو پورا کریں، یا شرعی پابندیوں سے آزاد ہوں، یا بچوں کی دیکھ بھال سے جان چھڑائیں، اگر آپ ان کی مثال سے اپنے لیے جواز پیدا کریں گی، تو پھر ان کی مکمل طریقے سے تقلید کریں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مثال صحابیات کی ہو، اور مقصد گناہ والا ہو، حضرت خدیجہ کی طرح تجارت کرنی ہے، لیکن صدقہ ایک روپیہ نہیں کرنا، حضرت عائشہ کی طرح ٹیچنگ کرنی ہے، لیکن پردے میں ان کی تقلید نہیں کرنی، حضرت زینب کی طرح کمانا ہے، لیکن شوہر اور بچوں پر خرچ کرنے کے بجائے اس کو جتانا ہے، کہ میں تم سے زیادہ کماتی ہوں، تمہاری کیوں سنوں، تمہاری کیوں مانوں، اگر ایسا ہی تو یقین جانیے یہ کمانا بھی وبال ہے، جو آپ کی محنت پر پانی پھیرے گا، اور آپ کے گلے کا پھندہ بھی بنے گا۔

البتہ اگر کوئی خاتون ضرورت مند ہوں، یا ان میں واقعی کوئی ایسی صلاحیت ہو، جو معاشرے کے لیے کارآمد ہو، محض پیسہ بٹورنا، بینک بیلنس پیشِ نظر نہ ہوں، تو ان کے لیے کوئی بھی جائز کام کرنے میں پابندی نہیں ہے، خواہ تجارت کریں، خواہ ملازمت کریں، خواہ زراعت کریں، کسی بھی جائز شعبہ سے وابستہ ہو جائیں، کوئی تنگی نہیں ہے، ان کے لیے ایسی صحابیات کی مثالیں مشعلِ راہ ہیں، کہ وہ محنت کریں، اور ان جیسی زندگی گزاریں، جیسے ان صحابیات نے گزاری، صدقہ کریں، گھر کے اخراجات برداشت کرنے میں شوہر کی مدد کر دیں، لیکن اسی کے ساتھ گھر گھرستی میں اپنی ذمہ داری نہ بھولیں، کہ بچوں کی تربیت میں ان کی اہمیت اور ضرورت، اہلیت مردوں سے کئی گنا زیادہ ہے، اس معاملے میں مرد ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ ان صلاحیتوں کے حامل ہی نہیں ہیں، اب ایسا نہ ہو، کہ آپ نے کمانے میں وقت گزار کر مالی ضروریات کو تو پورا کرلیا، لیکن ایک ایسی چیز کھو دی، جس کا خمیازہ آپ زندگی کے اس حصہ میں بھگتیں، جس میں آپ کمانے کی صلاحیت کھو چکی ہوں، کیونکہ یہ دنیا مکافاتِ عمل ہے، آپ کمائی کی غرض سے بچوں کی ضرورت کے زمانے میں ان کو تنہا چھوڑ دیں، تو وہ آپ کی ضرورت کی عمر میں اس غرض سے آپ کی بھی تنہا چھوڑیں گے، سو کچھ پانے کے لیے زیادہ مت کھو دیں، اور کل کو یہ گلہ مت کریں کہ آپ کے بچے آپ کو وقت نہیں دیتے۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل　ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط23)

قسط نمبر 7 پر کلام

مغالطہ: ......اس کے بعد سلفی صاحب کے مضمون کی ساتویں قسط ماہنامہ حق چار یار، اپریل ۲۰۲۳ء کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے، جس کے شروع میں سلفی صاحب نے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے ایک مکتوب کو نقل کیا ہے، جو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے نام ہے، اور اس مکتوب میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ تحریر نقل کی گئی ہے کہ:

> ’’تکفیرِ رفض کی وجوہ میں سے تحریفِ قرآن مجید، وعقیدۂ امامت کے علاوہ بندہ کے نزدیک ان کا وضعی کلمۂ اسلام بھی ہے، جس میں ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ‘‘ کے بعد وہ ’’علی ولی اللہ، وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل‘‘ کے کلمات کو بطور جزوِ کلمہ پڑھتے ہیں، ان کے نزدیک اگر کوئی شخص کلمہ اسلام میں اس تیسری جزء کا اقرار نہ کرے، تو وہ مومن نہیں، البتہ بطور تقیہ وہ اس کو مسلمان کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ان کے مزعومہ عقیدۂ امامت کا منکر بھی توحید ورسالت کے منکر کی طرح کافر ہی ہونا چاہیے، کیونکہ ان کے نزدیک عقیدۂ امامت، ارکان دین میں سے ہے، بلکہ منصبِ امامت، منصبِ نبوت سے افضل ہے۔ الخ‘‘ (ماہنامہ حق چار یار، اپریل ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۲۱)

جوابِ مغالطہ: ......ہم اس مسئلہ پر دیگر اہلِ سنت واہلِ افتاء، حضرات کا موقف پہلے باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک مذکورہ عمل سخت بدعت ومعصیت ہے، لیکن ’’التزامِ کفر‘‘ کا موجب نہیں، حضرت قاضی صاحب، اور بعض دیگر اہلِ علم حضرات نے جس موقف کو اپنے اور اللہ کے درمیان راجح سمجھا، اس کو انہوں نے ترجیح دی، ایسی صورت میں جس کو، جس قول پر عنداللہ رجحان ہو، اس کو اس قول کا اختیار کر لینا جائز تھا، جس میں کوئی برائی ومضائقہ نہ تھا، جس طرح سے خود حضرت قاضی صاحب ودیگر حضرات کی اپنی اپنی ترجیحات میں کوئی برائی ومضائقہ نہ تھا، لیکن ان اقوال کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں حق وباطل کی حیثیت سے لا کر کھڑا کرنا، ہمارے نزدیک

درست نہیں، حضرت قاضی صاحب نے اپنے موقف کی ترجیح کی دلیل بیان فرمادی ہے، جبکہ دوسرا موقف بھی بلا دلیل نہیں، اس لئے اس کو ترجیح دیا جانا بھی حق بجانب ہے۔

اہلِ سنت واہلِ تشیع کے مابین بنیادی اختلافات، بہت پہلے سے چلے آرہے ہیں، جن پر طرفین سے مستقل تالیفات تحریر کی جاتی رہیں، جو آج بھی مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔

اہلِ سنت، واہلِ تشیع کے مابین پائے جانے والے اختلافات میں عقیدۂ امامت کا مسئلہ بھی مرکزی حیثیت کا حامل ہے، جس پر اہلِ سنت محققین کی طرف سے مدلل کلام ہوتا رہا ہے، لیکن اس کی وجہ سے روافض کی تکفیر نہیں کی گئی، جس پر ہم نے مفصل بحث ''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر'' میں کردی ہے۔

امام فخر الدین رازی، جو ایران کے ''مقامِ رَے'' میں پیدا ہوئے، اور ''ابن الخطیب'' کہلائے جاتے ہیں، اور اشاعرہ کے اہم ترجمان شمار کئے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی تالیف ''نهايةُ العقول'' میں امامت کی بحث کے ذیل میں فرمایا:

ثم إن الشيعة زعموا أن الحاجة إلي الإمام ليستفاد منه معرفة الله تعالىٰ، ومعرفة صفاته، ومعرفة ما يجب ويجوز ويستحيل عليه.

والإثنا عشرية زعموا أنه لا حاجة اليه في معرفة الله، بل الحاجة اليه ليكون لطفا في أداء الواجبات العقلية والشرعية ،والإجتناب عن القبائح العقلية والشرعية (نهاية العقول في دراية الأصول ، ج۴ص۲۲۲،الأصل العشرون في الإمامة ، المسألة الأولىٰ في وجوب الإمامة، الناشر: دار الذخائر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۳۶ھ،2015م)

ترجمہ: پھر شیعہ کا گمان یہ ہے کہ امام کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے، تاکہ اس کی طرف سے، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی صفات کی معرفت، اور اللہ تعالیٰ سے متعلق واجب اور ممکن اور محال چیزوں کی معرفت حاصل ہوجائے۔

اور اثنا عشریہ کا گمان یہ ہے کہ اللہ کی معرفت کے لیے امام کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ امام کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے، تاکہ عقلی اور شرعی واجبات کی ادائیگی اور قبائحِ عقلیہ وشرعیہ سے اجتناب میں لطف وآسانی حاصل ہوجائے (نهاية العقول في دراية الاصول)

امام فخرالدین رازی نے ’’معالم اصول الدین‘‘ میں بھی امامت کی بحث کے ذیل میں یہی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ [1]

اور اہل السنۃ والجماعۃ کے ترجمان ابوالحسن اشعری نے ’’مقالاتُ الاسلامیین‘‘ میں ائمہ کے انبیاء سے افضل ہونے نہ ہونے کے بارے میں، روافض کے تین فرقوں کا ذکر کیا ہے۔

’’روافض‘‘ کے ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ، انبیاء سے افضل نہیں، بلکہ انبیاء ان سے افضل ہیں، البتہ ان میں سے بعض لوگوں نے ائمہ کے ملائکہ سے افضل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

اور’’روافض‘‘ کے دوسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ، انبیاء اور ملائکہ سے افضل ہیں، اور کوئی بھی ان ائمہ سے افضل نہیں، یہ قول روافض کی بعض جماعتوں کا ہے۔

اور’’روافض‘‘ کے تیسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ اور انبیاء، ائمہ سے افضل ہیں، اور یہ بات جائز نہیں کہ ائمہ انبیاء اور ملائکہ سے افضل ہوں۔ [2]

اور ابوالحسن اشعری نے ’’مقالاتُ الاسلامیین‘‘ میں بعض غالی صوفیاء کے نزدیک مخصوص بندوں

---

[1] وأما الذين قالوا إنه يجب على الله تعالى نصب الإمام فهم فريقان:
الأول :الشيعة الذين قالوا إنه يجب على الله تعالى نصب الإمام ليعلمنا معرفة الله سبحانه وتعالى ومعرفة سائر المطالب.
والثانى :قول الاثنا عشرية الذين قالوا يجب على الله تعالى نصبه ليكون لطفا لنا فى فعل الواجبات العقلية وفى ترك القبائح العقلية وليكون أيضا حافظا للشريعة ومبينا لها(معالم اصول الدين للرازى، ص ۱۴۱، الباب العاشر فى الإمامة،المسألة الأولى نصب الإمام إما أن يقال إنه واجب على العباد أو على الله تعالى أو لا يجب أصلا)

[2] واختلفت الروافض فى الأئمة هل يجوز أن يكونوا أفضل من الأنبياء أم لا يجوز ذلك.
وهم ثلاث فرق :فالفرقة الأولى منهم يزعمون أن الأئمة لا يكونون أفضل من الأنبياء بل الأنبياء أفضل منهم غير أن بعض هؤلاء جوزوا أن يكون الأئمة أفضل من الملائكة.
والفرقة الثانية منهم يزعمون أن الأئمة أفضل من الأنبياء والملائكة وأنه لا يكون أحد أفضل من الأئمة وهذا قول طوائف منهم.
والفرقة الثالثة منهم وهم القائلون بالاعتزال والإمامة يزعمون أن الملائكة والأنبياء أفضل من الأئمة ولا يجوز أن يكون الأئمة أفضل من الأنبياء والملائكة(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱، ص ۵۵،مقالات الروافض،قول الروافض فى الأئمة هل يجوز أن يكونوا أفضل من الأنبياء ؟)

www.idaraghufran.org

اورولیوں کے،نبیوں اورملائکہ مقربین سے افضل ہونے کا عقیدہ ذکر کیا ہے۔ ؎

صاحبِ روح المعانی،علامہ آلوسی(المتوفیٰ:1270ھ)اپنی تالیف''نهج السلامة ، الٰی مباحث الامامة''میں فرمایا کہ:

''اثناعشریہ ہمارے علم کے مطابق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہیں،البتہ بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر فضیلت کے سلسلے میں توقف اختیار کیا ہے،اور بعض نے مساوات کا دعویٰ کیا ہے،اورفرشتوں پرحضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ان کے درمیان ہماری معلومات کے مطابق متفق علیہ ہے،اوراس طرح کے اُن کے بہت سے ہذیانات ہیں، لیکن مذکورہ عقائد باعثِ تکفیر نہیں ہیں، چنانچہ بعض کرامیہ بھی ولی کو نبی کا درجہ، یا اس سے بھی اعلیٰ درجہ دینے کے قائل ہیں'' ؎

؎ هل الملائكة أفضل من الأنبياء ؟

واختلف الناس هل الملائكة أفضل من الأنبياء ؟فقال قائلون :الملائكة أفضل من الأنبياء .

وقال قائلون :الأنبياء أفضل من الملائكة والأئمة أفضل من الملائكة أيضاً وهذا قول الروافض.

وقال قوم من المتنسكين :إنه جائز أن يكون فى الناس غير الأنبياء والأئمة من هو أفضل من الملائكة(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين،ج٢،ص٣٢٦،ذكر اختلاف الناس فى الدقيق،هل الملائكة أفضل من الأنبياء ؟)

ومنهم من يزعم أن العبادة تبلغ بهم إلى أن يكونوا أفضل من النبيين والملائكة المقربين(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين،ج١،ص٢٢٥،مسائل متفرقة ،حكاية قول قوم من النساك)

؎ وأما تفضيل على كرم الله تعالى وجهه على الأنبياء عليهم السلام غير نبينا وإخوانه من أولى العزم من المرسلين صلى الله تعالى وسلم عليه وعليهم أجمعين، فهو مما اتفقوا عليه فيما أعلم، كما اتفقوا على انه كرم الله وجهه ليس بأفضل من نبينا عليه الصلاة والسلام.

نعم توقف بعضهم كابن المطهر الحلي وغيره فى تفضيله على من عداه من أولى العزم، وذهب بعض آخر إلى مساواته لهم عليهم السلام، وكذا تفضيله كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام متفق عليه فيما بينهم فيما أعلم، ولهم فى ذلك أيضا هذيانات كثيرة.

لكن قصارى (ذلك) كل ما قالوه جحد تفضيل الأنبياء عليهم السلام على من سواهم، وانه لا يبلغ ولى درجة نبى، وجحد تفضيل الملائكة عليهم السلام على من عدا الأنبياء من البشر، وانه لا يبلغ مؤمن تقى غير نبى درجتهم فى الفضل، وليس ما جحدوه مما علم من الدين بالضرورة بل لم يقم عليه قاطع.

وقد قال العلامة الثانى السعد التفتازانى : حكى عن بعض الكرامية إن الولى قد يبلغ درجة النبى بل أعلى(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م)

www.idaraghufran.org

امامیہ اثنی عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

يجب الإيمان بان نبينا صلى الله عليه وآله وسلم افضل من الا نبياء والمرسلين ومن الملائكة المقربين لتظافر الا خبار بذالک وتواترها فيما هنالک (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ا ، ص ۴۵،عقيدة الامامية الإثنا عشرية بان نبينا صلى الله عليه وسلم أفضل الأنبياء، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران،الطبع الخامس: ۱۴۰۲ هـ، 1982م)

ترجمہ: اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام انبیاء اور رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، کیونکہ اس کے بارے میں اخبار بھرپور ہیں، اور اس سلسلہ میں اخبار متواتر ہیں (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اور مذکورہ کتاب کے مصنف دوسری جلد میں لکھتے ہیں:

يجب الإيمان والاعتقاد بان نبينا صلى الله عليه وسلم افضل من الا نبياء والمرسلين ومن الملائكة المقربين لتضافر الا خبار بذالک وتواترها فيما هناک (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج۲، ص ۱۶۸ ،عقيدة الامامية الاثنى عشرية بان نبينا محمد بن عبدالله افضل الانبياء واوصياؤ ه ايضا افضل الا وصياء)

ترجمہ: اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تمام انبیاء اور رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، کیونکہ اس کے بارے میں اخبار بھرپور ہیں، اور اس بارے میں اخبار متواتر ہیں (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

نبي هذه الامة محمد صلى الله عليه وسلم،بن عبد الله بن عبد المطلب (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ا ، ص۴۷،الكلام فى نبوة محمد بن عبدالله)

ترجمہ: اس امت کے نبی ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب'' ہیں (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اورشرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تجارتی بائیکاٹ،اوراس میں غلو وبے اعتدالی (قسط2)

پیچھے حضرت حکیم الامت نے ''بائیکاٹ'' وغیرہ میں ، یورپ کی تقلید ہونے کا جو ذکرفرمایا، تاریخی اعتبار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا'' کے مطابق، بائیکاٹBoycott کا لفظ بنیادی طور پر انگریزی نسل کا لفظ ہے، جس کو سب سے پہلے برطانیہ میں 1880 عیسوی میں آئرش لینڈ ایجی ٹیشن کے دوران، زیادہ کرایوں اور زمینوں کی بے دخلی کے خلاف احتجاج کے طور پر، برطانوی اسٹیٹ مینیجر'' چارلس کنن گھم بائیکاٹ''(Charles Cunningham Boycott) کو بے دخل کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا، جس کو چارلس سٹیورٹ پارنیل نام کے شخص نے مقبول بنایا تھا۔

برطانوی اسٹیٹ مینیجر'' چارلس کنن گھم بائیکاٹ'' کو بے دخل کرنے کے بعد اسی کے نام میں بائیکاٹ کی نسبت سے اس بائیکاٹ کی اصطلاح وضع کی گئی۔ [1]

چارلس کنن گھم بائیکاٹ کی پیدائش 12 مارچ، 1832ء میں، اور وفات 19 جون، 1897ء میں ہوئی، یہ ایک ریٹائرڈ برطانوی فوج کا کپتان تھا، جو آئرش سرزمین پر ہونے والی ایجی ٹیشن کے دوران آئرلینڈ میں اسٹیٹ منیجر تھا۔

---

[1] Boycott, collective and organized ostracism applied in labour, economic, political, or social relations to protest practices that are regarded as unfair. The boycott was popularized by Charles Stewart Parnell during the Irish land agitation of 1880 to protest high rents and land evictions. The term boycott was coined after Irish tenants followed Parnell's suggested code of conduct and effectively ostracized a British estate manager, Charles Cunningham Boycott.

(https://www.britannica.com/topic/boycott)

پس چارلس سٹیورٹ پارنیل نے سب سے پہلے یہ پالیسی چارلس کنن گھم بائیکاٹ کے خلاف استعمال کی تھی، جس کے نتیجے میں اپنی فصلوں کی کٹائی کے لیےفوجیوں کی حفاظت پر ماموراِلسٹر سے مزدوروں کوملازمت دینے پرمجبورکیا گیا تھا،اوراس وقت سے آج تک اس پالیسی کو بائیکاٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ [1]

پس جس پالیسی کا نام بھی،اللہ اوراس کے رسول،اورمسلمانوں کے بجائے،اسلام کی ہزارصدیاں گذرنے کے بعدغیرمسلموں کی طرف سے ایک غیرمسلم شخص کی نسبت سےایجادکیا گیا ہو،اس کی اسلام کی طرف نسبت کیونکردرست ہوسکتی ہے۔ [2]

''شرحُ السیر الکبیر''میں ایک مسئلہ کے ضمن میں ہے کہ:

فیکون ذلک بمنزلة ما یشترونه من تجار المسلمین ، فیملکونه بنفس الشراء علی وجه لا یبقی لصاحبه فیه حق بعد التسلیم (شرح السیر الکبیر، للسرخسی، ص ۱۵۰۷،باب من الفداء الذی یرجع إلی أهله إذا ظهر علیه المسلمون ، والذی لا یرجع)

ترجمہ:پس یہ معاملہ ایسا ہوگیا،جیسا کہ کفار،مسلمان،تاجروں سےکوئی چیزخریدیں،تو وہ اس چیز کےصرف خریدنے سے ہی ایسے طریقہ پر مالک ہوجاتے ہیں کہ اس چیز کے فروخت کرنے والے کا،اس چیز کوانہیں سپرد کرنے کے بعداس چیز میں کوئی حق باقی نہیں رہتا(شرح السیر الکبیر)

---

[1] Charles Cunningham Boycott (born March 12, 1832, Burgh St. Peter, Norfolk, Eng.died June 19, 1897, Flixton, Suffolk) was a retired British army captain who was an estate manager in Ireland during the agitation over the Irish land question. He is the eponym for the English verb and common noun boycott.
(https://www.britannica.com/money/Charles-Cunningham-Boycott)

[2] The word is named after captain charles Boycott, agent of an absentee landlord in Ireland, against whom the tactic was successfully employed after a suggestion by Irish nationalist leader Charles Stewart Parnell and his Irish Land League in 1880.
(https://en.wikipedia.org/wiki/Boycott)

ملاحظہ فرمایئے کہ کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ جنگی ساز وسامان کے علاوہ دوسری چیزوں کی بیع کو کافروں کو قوت پہنچانے کے سبب ہونے کی نفی کی جارہی ہے، اور فروختگی کے بعد اس فروخت شدہ چیز میں کوئی حق باقی نہ رہنے کا حکم لگایا جارہا ہے۔

اور آگے آتا ہے کہ جو چیز بذاتِ خود سبب نہ ہو، بلکہ سبب کا سبب، یا سببِ بعید ہو، اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، ورنہ تو بہت سے مسلمانوں کے باہمی معاملات وتجارات بھی ناجائز ٹھہریں گے۔

جیسا کہ کوئی حلال چیز کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کی جائے، یا کوئی حلال چیز کسی مسلمان سے خریدی جائے اور اندازہ ہو کہ یہ شخص اس چیز کو شرعی تقاضوں کے مطابق استعمال نہیں کرے گا، یا اس رقم کی زکاۃ ادا نہیں کرے گا، یا اس رقم سے کوئی گناہ والی چیز خریدے گا، تو ایسی صورت میں پہلی خرید وفروخت کے عمل کو ناجائز اور گناہ کا ذریعہ قرار دے کر ناجائز وگناہ وغیرہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

اور مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

> لا بأس بأن يحمل المسلم إلى أهل الحرب ما شاء إلا الكراع والسلاح والسبى وألا يحمل إليهم شيئاً أحب إلي لأن المسلم مندوب أن يستبعد من المشركين ...... وفى حمل الأمتعة إليهم للتجارة نوع مقاربة معهم فالأولى ألا يفعل ولأنهم يتقوون بما يحمل إليهم من متاع أو طعام وينتفعون بذلك(شرح السير الكبير، للسرخسي، ص ١٥٩٦، باب ما يكره إدخاله دار الحرب وما لا يكره)
>
> ترجمہ: اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان اہلِ حرب (یعنی مقابلہ کرنے والے کفار) کی طرف جو چاہے، لے جائے، سوائے گھوڑوں، اور اسلحہ، اور قیدیوں کے، البتہ اگر ان کی طرف کوئی چیز نہ لے جائے، تو مجھے زیادہ پسند ہے، کیونکہ ایک تو مسلمانوں کو مشرکین سے دور رہنا بہتر ہے......اور ان کی طرف تجارت کا سامان بھیجنے میں ان کے ساتھ ایک طرح کی قربت پائی جاتی ہے، پس بہتر یہ ہے کہ یہ عمل نہ کرے، اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کی طرف جو سامان، اور کھانا جاتا ہے، تو وہ اس سے مضبوط اور قوی ہوتے ہیں، اور اس سے انتفاع حاصل کرتے ہیں (اس لئے بہتر نہیں، لیکن گناہ بھی نہیں) (شرح السیر الکبیر)

مذکورہ عبارت میں سب کچھ فرمانے کے باوجود کافروں سے تجارت کو جائز ہی قرار دیا گیا، زیادہ

سے زیادہ بعض صورتوں میں خلافِ اولیٰ کہا گیا۔

اسی کی پیروی کرتے ہوئے بعض حضرات نے، کفار کو اشیاء کی فروخت کرنا، مکروہ کہہ دیا ہے، جس سے ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہونا ہے، جس کو مکروہ تحریمی سمجھنا، درست نہیں۔ [1]

اور روپیہ پیسہ کے عوض ان سے جائز مال خریدنے میں تو کفار کا تعاون پایا ہی نہیں جاتا، بلکہ اپنی ضرورت پوری کرنا پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کو مکروہ قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں، کیونکہ جو عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے استفاضہ وتواتر کے ساتھ بلانکیر ثابت ہو، اس کے مقابلہ میں اپنا اجتہاد کرکے مکروہ قرار دینا راجح نہیں ہوسکتا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [2]

پھر اگر اس قسم کی چیزوں میں کسی کا رجحان خلافِ اولیٰ، یا مکروہ تنزیہی ہونے کی طرف ہو، تو بھی اس کو اپنی حد تک محدود رکھنا چاہیے، حتی الامکان خود اس سے بچنا چاہیے، نہ یہ کہ اس قسم کی چیزوں کی عوام میں تبلیغ وتشہیر کرکے عام لوگوں میں تشویش پیدا کی جائے، کیونکہ بہت سے جہلائے زمانہ اس مستحب کی خلاف ورزی کو حرام کا درجہ دے دیتے ہیں، یا گناہ سمجھنے لگتے ہیں، اور ان چیزوں کو دوسرے اہم کاموں پر ترجیح دے کر دوسرے اہم احکام کو نظر انداز کر بیٹھتے ہیں، اور یہ طریقہ دین کے احکام میں التباس کا ذریعہ بنتا ہے، جیسا کہ آج کل یہ صورتِ حال پیدا ہوچکی ہے۔ [3]

---

[1] والفرق فيما يظهر أن أهل البغي يتفرغون لاستعماله سلاحا لأن فسادهم على شرف الزوال بالتوبة أو بتفريق جمعهم بخلاف أهل الحرب، وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب الذى يتخذ منه المعازف، وما فى بيوع (الخانية) من أنه يكره بيع الأمرد من فاسق يعلم أنه يعصى به مشكل والذى جزم به الشارح فى الحظر والإباحة أنه لا يكره بيع جارية لمن يأتيها فى دبرها أو بيع غلام من لوطى وهو الموافق لما مر، وعندى أن ما فى (الخانية) محمول على كراهة التنزيه والمنفى هو كراهة التحريم وعلى هذا فيكره فى الكل تنزيها (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، ج۳،ص ۲۶۸، كتاب الجهاد، باب البغاة)

[2] وَلَيْسَ كُلُّ مَا هُوَ خِلَافُ الْأَوْلَى مَكْرُوهًا تَنْزِيهًا لِأَنَّ الْكَرَاهَةَ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ دَلِيلٍ خَاصٍّ كَمَا قَرَّرْنَاهُ مِرَارًا (رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۴۴، كتاب الصلاة، بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

[3] ومن محل الجر، وهو من باب العطف على عاملين مختلفين، كأنه قيل: أوصى بتقوى الله فى خاصة نفسه، وأوصى بخير فيمن معه من المسلمين، وفى اختصاص التقوى بخاصة نفسه، والخير بمن معه من المسلمين إشارة إلى أن عليه أن يشدد على نفسه فيما يأتى ويذر، وأن يسهل على من معه من المسلمين ويرفق بهم، كما ورد: يسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا (مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب الكتاب إلى الكفار ودعائهم إلى الإسلام)

www.idaraghufran.org

اورفقہ حنفی کی کتاب''بدائع الصنائع''میں ہے کہ:

(وَمِنْهَا) بَيْعُ السِّلَاحِ مِنْ أَهْلِ الْفِتْنَةِ وَفِي عَسَاكِرِهِمْ؛ لِأَنَّ بَيْعَهُ مِنْهُمْ مِنْ بَابِ الْإِعَانَةِ عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَنَّهُ مَنْهِيٌّ، وَلَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ السِّلَاحُ مِنْهُمْ كَالْحَدِيدِ وَغَيْرِهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ مُعَدًّا لِلْقِتَالِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعْنَى الْإِعَانَةِ، وَنَظِيرُهُ بَيْعُ الْخَشَبِ الَّذِي يَصْلُحُ لِاتِّخَاذِ الْمِزْمَارِ فَإِنَّهُ لَا يُكْرَهُ وَإِنْ كُرِهَ بَيْعُ الْمَزَامِيرِ (بدائع الصنائع، ج۵، ص۲۳۳،کتاب البیوع،فصل فی صفة البیع الذی یحصل به التفریق)

ترجمہ: اور ان(مکروہ چیزوں میں)مسلمانوں کے خلاف فتنہ برپا کرنے والے لوگوں،اوران کی فوج میں اسلحہ کوفروخت کرنا بھی ہے،کیونکہ اس کی بیع،گناہ،اورظلم پر اعانت وامداد کرنے کے باب سے تعلق رکھتی ہے،جوکہ ممنوع ہے،لیکن جس چیز سے بنایا جاتا ہو،جیسا کہ لوہا(روپیہ،پیسہ)وغیرہ،تو اس کی ان کفارکو بیع مکروہ نہیں،کیونکہ لوہا،قتال کے لئے تیار شدہ نہیں(اگرچہ اس سے اسلحہ بنایا،یا تبدیل کیا جاسکتا ہے)پس اس میں اعانت وامداد کا ثبوت نہیں پایا جاتا،اوراس کی نظیر،اس لکڑی کی بیع کرنا ہے،جس کومزمار(باجا)بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کی بیع بھی مکروہ نہیں،اگرچہ خودمزمار(باجہ)کی بیع مکروہ ہے(بدائع)

اورمذکورہ کتاب میں ایک مقام پر ہے کہ:

لَيْسَ لِلتَّاجِرِ أَنْ يَحْمِلَ إِلَى دَارِ الْحَرْبِ مَا يَسْتَعِينُ بِهِ أَهْلُ الْحَرْبِ عَلَى الْحَرْبِ مِنَ الْأَسْلِحَةِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَكُلِّ مَا يُسْتَعَانُ بِهِ فِي الْحَرْبِ؛ لِأَنَّ فِيهِ إِمْدَادَهُمْ، وَإِعَانَتَهُمْ عَلَى حَرْبِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ اللَّهُ - سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى (وَلا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) المائدة:......وَلَا بَأْسَ بِحَمْلِ الثِّيَابِ وَالْمَتَاعِ وَالطَّعَامِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ إِلَيْهِمْ؛ لِانْعِدَامِ مَعْنَى الْإِمْدَادِ، وَالْإِعَانَةِ، وَعَلَى ذَلِكَ جَرَتْ الْعَادَةُ مِنْ تُجَّارِ الْأَعْصَارِ، أَنَّهُمْ يَدْخُلُونَ دَارَ الْحَرْبِ لِلتِّجَارَةِ مِنْ غَيْرِ ظُهُورِ الرَّدِّ وَالْإِنْكَارِ عَلَيْهِمْ، إِلَّا أَنَّ التَّرْكَ أَفْضَلُ؛ لِأَنَّهُمْ يَسْتَخِفُّونَ بِالْمُسْلِمِينَ، وَيَدْعُونَهُمْ إِلَى مَا هُمْ عَلَيْهِ (بدائع الصنائع،ج۷،ص۱۰۲،کتاب السیر،فَصْلٌ فِي بَيَانُ مَا يُكْرَهُ حَمْلُهُ إِلَى دَارِ الْحَرْبِ وَمَا لَا يُكْرَهُ)

ترجمہ: تاجر کے لئے جائز نہیں کہ دارالحرب(مسلمانوں سے لڑنے ومقابلہ کرنے

والے ملک) میں وہ چیز لے جائے، جس سے اہلِ حرب، جنگ میں مدد حاصل کرتے ہیں، جیسے جنگی اسلحہ، گھوڑا، اور ذمی غلام، اور ہر وہ چیز جس سے جنگ میں مدد حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ اس میں ان کی مسلمانوں کے خلاف امداد واعانت کرنا پایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا سورہ مائدہ میں ارشاد ہے کہ تم گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو......لیکن کپڑے، اور سامان اور کھانے (اور روپیہ، پیسہ) کو ان کی طرف لے جانا مکروہ نہیں، کیونکہ اس میں امداد اور اعانت کے معنیٰ نہیں پائے جاتے، اور اسی کے مطابق تمام زمانہ کے تاجروں کی عادت جاری رہی ہے کہ وہ دارالحرب میں تجارت کے لئے داخل ہوتے ہیں، جس پر ردوانکار کا ظہور نہیں ہوا، تاہم اس سے بچنا افضل ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کی تحقیر کرتے ہیں، اور اپنے مذہب کی دعوت دیتے ہیں (اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں، اس لئے بچنا افضل ہے، واجب پھر بھی نہیں) (بدائع)

پس چیز پر ہر زمانہ میں بلانکیر تعامل رہا ہو، اس پر آج کے زمانہ میں نکیر کرنا، اور اس کو ایک تحریک اور مہم بنالینا، اور اس کی پرزور تبلیغ کرکے عوام کالانعام میں تشویش پیدا کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

اور ہم نے بے شمار عوام کو دیکھا کہ وہ مروجہ بائیکاٹ کو واجب، یا ضروری سمجھنے لگتے ہیں، اور اس کو کفار کی مدد واعانت کرنا سمجھتے ہیں، اور اس کی خلاف ورزی کے مرتکب پر برسرِ عام اس طرح نکیر کرتے ہیں، جس میں دوسروں کی تحقیر بھی لازم آتی ہے، اور اگر کوئی اس کے واجب، یا ضروری ہونے کی نفی کرے، اور اس کو جائز مباح درجہ میں رکھنے کی دعوت دے، تو اس پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنا شروع کردیتے ہیں، پس جس چیز پر اللہ اور اس کے رسول نے نکیر نہیں کی، اس پر نکیر کرنا، اور جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت نہیں دی، اس کی دعوت دینا، اور جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ نہیں کی، اس کی تبلیغ کرنا، اور جس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی مدد واعانت میں داخل نہیں کیا، اس کو کفار کی مدد واعانت قرار دینا، یہ سب چیزیں ہیں، حدود سے تجاوز اور رفتہ رفتہ دین کے احکام میں تلبیس اور پھر تحریف، یا غلو کا سبب ہیں۔

اور مذکورہ کتاب میں ایک مقام پر ہے کہ:

وَتَجُوزُ مُفَادَاةُ أَسَارَى الْمُسْلِمِينَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالثِّيَابِ وَنَحْوِهَا مِمَّا

www.idaraghufran.org

لَيْسَ فِيهَا إعَانَةٌ لَهُمْ عَلَى الْحَرْبِ، وَلَا يُفَادُونَ بِالسِّلَاحِ؛ لِأَنَّ فِيهِ إعَانَةً لَهُمْ عَلَى الْحَرْبِ (بدائع الصنائع،ج۷،ص ۱۲۰،کتاب السیر،فَصلٌ فِي بَيَانُ حُكْمِ الْغَنَائِمِ وَمَا يتصل بِهَا)

ترجمہ: اور کافروں کو مسلمان قیدیوں کا دراہم اور دنانیر (یعنی روپیہ پیسہ) اور کپڑوں ،اوران جیسی چیزوں سے معاوضہ دینا جائز ہے،جن میں ان کی جنگ پر اعانت ومدد کرنا نہیں پایا جاتا،لیکن ان کو اسلحہ کا معاوضہ دینا جائز نہیں،کیونکہ اس میں ان کافروں کی جنگ پر اعانت کرنا نہیں پایا جاتا (بدائع)

مذکورہ عبارت میں صاف طور پر روپیہ پیسہ کے ساتھ معاوضہ کو کافروں کی جنگ میں اعانت کرنے سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

اور مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

وَيُكْرَهُ بَيْعُ السِّلَاحِ مِنْ أَهْلِ الْبَغْيِ وَفِي عَسَاكِرِهِمْ؛ لِأَنَّهُ إعَانَةٌ لَهُمْ عَلَى الْمَعْصِيَةِ، وَلَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ السِّلَاحُ كَالْحَدِيدِ وَنَحْوِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصِيرُ سِلَاحًا إلَّا بِالْعَمَلِ وَنَظِيرُهُ أَنَّهُ يُكْرَهُ بَيْعُ الْمَزَامِيرِ، وَلَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ الْمِزْمَارُ، وَهُوَ الْخَشَبُ وَالْقَصَبُ، وَكَذَا بَيْعُ الْخَمْرِ بَاطِلٌ، وَلَا يَبْطُلُ بَيْعُ مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ، وَهُوَ الْعِنَبُ كَذَا هَذَا (بدائع الصنائع،ج۷،ص ۱۴۲،کتاب السیر،فصل في بيان أحكام البغاة)

ترجمہ: اور (مسلمانوں کے خلاف) بغاوت کرنے والوں اوران کے لشکر میں اسلحہ کی بیع جائز نہیں،کیونکہ یہ ان کی گناہ پر اعانت ہے،لیکن جن چیزوں سے اسلحہ بنایا جاتا ہے،جیسا کہ لوہا،وغیرہ،تو اس کی بیع جائز ہے،کیونکہ لوہے سے اسلحہ،اس کو عمل کئے بغیر نہیں بنتا،اوراس کی نظیر یہ ہے کہ مزامیر (باجے) کی بیع مکروہ ہے،لیکن جس چیز سے مزمار بنائے جاتے ہیں،اس کی بیع مکروہ نہیں،اور وہ (بانس کی مخصوص) لکڑی ،اور بانس ہے،اوراسی طرح شراب کی بیع باطل ہے،لیکن جس سے شراب بنائی جاتی ہے،اس کی باطل نہیں،یعنی انگور کی،پس اسی طرح اس کا حکم بھی ہے (بدائع)

اور مذکورہ تالیف میں ہی اجارہ وکرایہ داری کے باب میں ہے کہ:

وَالْإِجَارَةُ تِجَارَةٌ؛ لِأَنَّ التِّجَارَةَ تَبَادُلُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَالْإِجَارَةُ كَذَلِكَ......
وَأَمَّا إسْلَامُ الْعَاقِدِ فَلَيْسَ بِشَرْطٍ فَيَصِحُّ مِنَ الْمُسْلِمِ، وَالْكَافِرِ، وَالْحَرْبِيِّ

الْمُسْتَأْمَنِ كَمَا يَصِحُّ الْبَيْعُ مِنْهُمْ (بدائع الصنائع، ج۴،ص ۱۷۹، كتاب الاجارة،فَصْلٌ فِي أَنْوَاعِ شَرَائِطِ رُكْنِ الْإِجَارَةِ)

ترجمہ:اوراجارہ(وکرایہ داری کا معاملہ)تجارت ہے،کیونکہ تجارت،مال کا مال سے تبادلہ کا نام ہے،اوراجارہ بھی اسی طرح ہوتا ہے......اور جہاں تک اجارہ کے منعقد کرنے والے کے اسلام کا تعلق ہے،تو وہ شرط نہیں ہے،پس اجارہ مسلم،اور کافر،اور حربی مستامن کے ساتھ بھی صحیح ہے،جیسا کہ ان کی طرف سے بیع بھی صحیح ہے(بدائع)

اورفقہ حنفی کی تالیف''شرح مختصر الطحاوی''میں ہے کہ:

السلاح على هيئته هذه يستعان به على القتال...... وأما العصير فلا بأس بالانتفاع به على هيئته كيف شاء صاحبه، وإنما المحظور منه بعد استحالته خمرًا، وليست هي المعقود عليها في الحال(شرح مختصر الطحاوي، ج۶،ص ۳۹۱،كتاب الأشربة وأحكامها)

ترجمہ:اسلحہ سے اسی حالت پر قتال میں مدد حاصل کی جاتی ہے......اور جہاں تک شیرہ کا تعلق ہے،تو اس کو اپنی حالت پر رہتے ہوئے انتفاع میں کوئی حرج نہیں،جس طرح بھی اس کا مالک چاہے،اوراصل ممانعت اس شیرہ کو شراب بنالینے کے بعد میں ہوتی ہے،اورشراب فی الحال معقود علیہ نہیں ہوتی(شرح مختصر الطحاوی)

اورحنفی کی درسِ نظامی میں پڑھائی جانے والی کتاب''شرح الوقاية''میں ہے کہ:

(وبيع العصير ممن يتخذ خمرا)، فإن المعصية لا تقوم بعين العصير، بخلاف بيع السلاح ممن يعلم أنه من أهل الفتنة، فإن المعصية تقوم بعينه (شرح الوقاية ، ج۵ ص ۱۰۴، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، ناشر: مؤسسة الاوراق، الاردن، الطبعة الاولیٰ: ۲۰۰۶م)

ترجمہ:اورشیرہ کی بیع،اس شخص کو کرنا جائز ہے،جو اس کو شراب بنائے،کیونکہ گناہ عین شیرہ کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہوتا،برخلاف اسلحہ کی بیع،اس شخص کو کرنے کے،جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ فتنہ وفساد کرنے والوں میں سے ہے،کیونکہ گناہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے(شرح وقایہ)

اورفقہ حنفی کی تالیف''البحر الرائق''میں ہے کہ:

وخرج الطعام والقماش، والقياس المنع إلا أنا عرفناه بالنص؛ لأنه -عليه

www.idaraghufran.org

السلام -أمر ثمامة أن يمير أهل مكة وهم حرب عليه ،وشمل كلامه ما قبل الموادعة وما بعدها؛ لأنها على شرف الانقضاء أو النقض (البحر الرائق،شرح كنز الدقائق،ج۵،ص۸۷،كتاب السير)

ترجمہ: اور کافر کو اسلحہ کی ممانعت سے کھانا اور دوسرا ساز وسامان خارج ہے، اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ بھی منع ہو، لیکن ہم نے اس کا جائز ہونا، نص (وحدیث) سے پہچان لیا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اہلِ مکہ کو غلہ بھیجیں، جبکہ اہلِ مکہ، محارب تھے اور یہ کلام، کافروں سے معاہدہ سے پہلے اور معاہدہ کے بعد دونوں صورتوں کو شامل ہے، کیونکہ معاہدہ تو کسی وقت بھی ختم ہوسکتا ہے، یا ٹوٹ سکتا ہے(بحر)

اور مذکورہ تالیف'' البحر الرائق ''میں ہی ہے کہ:

(قوله وكره بيع السلاح من أهل الفتنة لأنه إعانة على المعصية) قيد بالسلاح لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره لأنه لا يصير سلاحا إلا بالصنعة نظيره بيع المزامير يكره ولا يكره بيع ما يتخذ منه المزامير وهو القصب والخشب وكذا بيع الخمر باطل ولا يبطل بيع ما يتخذ منه وهو العنب كذا في البدائع......وقد استفيد من كلامهم هنا أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه وما لا فلا(البحر الرائق،شرح كنز الدقائق،ج۵،ص۱۵۴،كتاب السير،باب البغاة)

ترجمہ: فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو اسلحہ فروخت کرنا، مکروہ ہے، کیونکہ یہ گناہ پر تعاون کرنا ہے، اسلحہ کی قید اس لئے لگائی، کیونکہ جس سے اسلحہ بنایا جاتا ہے، جیسا کہ لوہا، وغیرہ، اس کی بیع مکروہ نہیں، کیونکہ اس سے اسلحہ بنانے سے ہی بنتا ہے، اس کی نظیر مزامیر کی بیع کا مکروہ ہونا، اور جس چیز سے مزامیر بنائے جاتے ہیں، اس کی بیع کا مکروہ نہ ہونا ہے، یعنی، بانس اور لکڑی، اور اسی طرح سے شراب کی بیع باطل ہے، لیکن جس سے شراب بنائی جاتی ہے، یعنی انگور(اور اس کا شیرہ) اس کی بیع باطل نہیں، بدائع میں اسی طرح ہے۔

اور اس موقع پر فقہاء کے کلام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جس چیز کے عین کے ساتھ گناہ قائم ہو، اس کی بیع مکروہ ہے، اور جس چیز کی ذات کے ساتھ گناہ قائم نہ ہو، اس کی

بیع مکروہ نہیں (پیسہ کی ذات کے ساتھ بھی معصیت قائم نہیں ہوتی)(بحر)

اور مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

(وجاز بيع العصير من خمار) لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره بخلاف بيع السلاح من أهل الفتنة؛ لأن المعصية تقوم بعينه فيكون إعانة لهم وتسببا وقد نهينا عن التعاون على العدوان والمعصية ولأن العصير يصلح للأشياء كلها جائزة شرعا فيكون الفساد إلى اختيارها (البحر الرائق،شرح كنز الدقائق،ج٨،ص ٢٣٠،كتاب الكراهية،فصل فى البيع)

ترجمہ: اور شراب کے شیرہ کی بیع جائز ہے، کیونکہ گناہ شیرہ کے عین کے ساتھ قائم نہیں ہوتا، بلکہ اس میں تغیر کے بعد ہوتا ہے، برخلاف فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو اسلحہ فروخت کرنے کے، کیونکہ گناہ اسلحہ کے عین کے ساتھ قائم ہوتا ہے، پس اس میں ان کی اعانت کرنا، اور گناہ کا سبب بننا پایا جاتا ہے، اور ہمیں ظلم اور گناہ پر تعاون سے منع کیا گیا ہے، اور شیرہ، شرعاً ہر جائز چیز کی صلاحیت رکھتا ہے، پس شیرہ میں فساد اس کا اپنا اختیار کردہ ہوگا (جس طرح پیسہ کے استعمال میں بھی فساد اپنا اختیاری ہوتا ہے، اور اس کا فساد شیرہ سے بھی زیادہ بعید کا ہوتا ہے)(بحر)

اور فقہ حنفی کی درسِ نظامی میں پڑھائی جانے والی کتاب ''الھدایۃ'' میں ہے کہ:

وَهَذَا هُوَ الْقِيَاسُ فِي الطَّعَامِ وَالثَّوْبِ، إلَّا أَنَّا عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ فَإِنَّهُ عليه الصلاة والسلام أَمَرَ ثُمَامَةَ أَنْ يَمِيرَ أَهْلَ مَكَّةَ وَهُمْ حَرْبٌ عَلَيْهِ (الهداية فى شرح البداية، ج٢،ص ٣٨٢،كتاب السير،باب الموادعة ومن يجوز أمانه)

ترجمہ: اور یہی قیاس کا تقاضا ہے (کہ اسلحہ کی طرح تجارت مکروہ ہونے کا حکم ہو) کھانے پینے کی چیزوں میں بھی، لیکن ہم نے اس کا جائز ہونا نص سے پہچان لیا، کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ثمامہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اہلِ مکہ کے لئے کھانے پینے کی اشیاء کو جانے دیں، جبکہ اہلِ مکہ اہلِ حرب (یعنی مسلمانوں کے ساتھ جنگ ومقابلہ کرنے والے) تھے (ہدایہ)

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط104 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ پنجم)

حضرت موسیٰ کے اصرار پر، حضرت خضر نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، اگر آپ میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں ہیں، تو آپ نے کسی معاملہ میں کے متعلق مجھ سے سوال نہیں کرنا، جب تک کہ میں خود آپ کو اس حقیقت نہ بتلا دوں۔ چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

’’قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا. قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَکَ مِنۡہُ ذِکۡرًا (سورۃ الکھف، رقم الآیات ۶۹، ۷۰)

یعنی ’’موسیٰ نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ انہوں (حضرت خضر) نے کہا کہ اچھا! اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں، تو جب تک میں خود ہی آپ سے کسی بات کا تذکرہ شروع نہ کروں، آپ مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں‘‘۔

حضرت موسیٰ کے اس جواب باصواب کے ہر لفظ اور ہر حرف سے ادب اور تواضع ٹپک رہی ہے۔

اول: ’’ھل اتبعک ‘‘ سے، حضرت موسیٰ نے اتباع چاہی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے آپ کو تابع کردوں۔

دوم: حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے اتباع کی اجازت چاہی کہ اگر آپ اجازت دیں، تو میں اپنے نفس کو آپ کے تابع کردوں، اس سے حضرت موسیٰ کی تواضع کی انتہاء معلوم ہوتی ہے۔

سوم: ’’علٰی ان تعلمنی ‘‘ سے اقرار کیا کہ آپ عالم اور معلم ہیں، اور میں آپ کا متعلم بننا چاہتا ہوں، نیز اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے لیے لاعلمی کا اقرار ہے، اور اپنے استاد کے لیے علم

کا اقرار ہے۔

چہارم: ''مما علمت'' کہہ کر حضرت خضر سے بعض علم کی درخواست کی کہ آپ اپنے علم میں سے کچھ حصہ اور اس کا کوئی جزو مجھ کو مرحمت فرمائیں، مطلب یہ تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ علم میں آپ کے برابر ہو جاؤں، بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ جو علم آپ کو حاصل ہے، اس میں سے کوئی جز مجھے عطا فرمائیں۔

پنجم: ''علمت'' سے اس بات کا اقرار کیا کہ یہ علم آپ کو منجانب اللہ ملا ہے۔

ششم: لفظ ''رشدا'' سے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ علم رشد و ہدایت ہے، اس رشد میں سے کچھ عطا کیے جانے کی درخواست کی۔

ہفتم: ''ان تعلمن مما علمت'' میں اس بات کا اقرار ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ نے جو معاملہ فرمایا ہے، میرے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ فرمائیں۔

ہشتم: ''أتبعک'' میں اس بات کا اقرار ہے کہ میں آپ کی تمام امور میں اتباع کروں گا، ایسا نہیں کہ کسی چیز میں اتباع کروں گا، اور کسی چیز میں اتباع نہیں کروں گا۔

نہم: ''ستجدنی ان شاء اللّٰہ'' یعنی ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔

دہم: ''ولا اعصی لک امرا'' یعنی آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا (کذافی ''تفسیر الرازی، ومعارف القرآن ادریسی'') [1]

---

[1] المسألة الثانية: اعلم أن هذه الآيات تدل على أن موسى عليه السلام راعى أنواعا كثيرة من الأدب واللطف عند ما أراد أن يتعلم من الخضر. فأحدها: أنه جعل نفسه تبعا له لأنه قال: هل أتبعک.

وثانيها: أن استأذن في إثبات هذا التبعية فإنه قال هل تأذن لي أن أجعل نفسي تبعا لک وهذا مبالغة عظيمة في التواضع. وثالثها: أنه قال على أن تعلمن وهذا إقرار له على نفسه بالجهل وعلى أستاذه بالعلم.

ورابعها: أنه قال: مما علمت وصيغة من للتبعيض فطلب منه تعليم بعض ما علمه الله، وهذا أيضا مشعر بالتواضع كأنه يقول له لا أطلب منک أن تجعلني مساويا في العلم لک، بل أطلب منک أن تعطيني جزأ من أجزاء علمک، كما يطلب الفقير من الغني أن يدفع إليه جزأ من أجزاء ماله.

وخامسها: أن قوله: مما علمت اعتراف بأن الله علمه ذلک العلم. وسادسها: أن قوله: رشدا طلب منه للإرشاد والهداية والإرشاد هو الأمر الذي لو لم يحصل لحصلت الغواية والضلال. وسابعها: أن قوله: تعلمن مما علمت معناه أنه طلب منه أن يعامله بمثل ما عامله الله به وفيه إشعار بأنه يكون إنعامک على عند هذا التعليم شبيها بإنعام الله تعالى عليک في هذا التعليم ولهذا المعنى قيل أنا عبد من تعلمت منه حرفا.

وثامنها: أن المتابعة عبارة عن الإتيان بمثل فعل الغير لأجل كونه فعلا لذلک الغير، فإنا إذا قلنا: لا إله إلا الله فاليهود الذين كانوا قبلنا كانوا يذكرون هذه الكلمة فلا يجب كوننا ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی حضرت خضر سے ملاقات اور ان کے ساتھ گفتگو کا ذکر آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

متبعين لهم فى ذكر هذه الكلمة، لأنا لا نقول هذه الكلمة لأجل أنهم قالوها بل إنما نقولها لقيام الدليل على أنه يجب ذكرها، أما إذا أتينا بهذه الصلوات الخمس على موافقة فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنما أتينا بها لأجل أنه عليه السلام أتى بها لا جرم كنا متابعين فى فعل هذه الصلوات لرسول الله صلى الله عليه وسلم، إذا ثبت هذا فنقول قوله: هل أتبعك يدل على أنه يأتى بمثل أفعال ذلك الأستاذ لمجرد كون ذلك الأستاذ آتيا بها .وهذا يدل على أن المتعلم يجب عليه فى أول الأمر التسليم وترك المنازعة والاعتراض .

وتاسعها: أن قوله: أتبعك يدل على طلب متابعته مطلقا فى جميع الأمور غير مقيد بشىء دون شىء .

وعاشرها: أنه ثبت بالأخبار أن الخضر عرف أولا أنه نبى بنى إسرائيل وأنه هو موسى صاحب التوراة وهو الرجل الذى كلمه الله عز وجل من غير واسطة وخصه بالمعجزات القاهرة الباهرة، ثم إنه عليه السلام مع هذه المناصب الرفيعة والدرجات العالية الشريفة أتى بهذه الأنوا ع الكثيرة من التواضع وذلك يدل على كونه عليه السلام آتيا فى طلب العلم بأعظم أنوا ع المبالغة وهذا هو اللائق به لأن كل من كانت إحاطته بالعلوم أكثر كان علمه بما فيها من البهجة والسعادة أكثر فكان طلبه لها أشد وكان تعظيمه لأرباب العلم أكمل وأشد .والحادى عشر: أنه قال: هل أتبعك على أن تعلمن فأثبت كونه تبعا له أولا ثم طلب ثانيا أن يعلمه وهذا منه ابتداء بالخدمة ثم فى المرتبة الثانية طلب منه التعليم .

والثانى عشر:أنه قال: هل أتبعك على أن تعلمن فلم يطلب على تلك المتابعة على التعليم شيئا كان قال لا أطلب منك على هذه المتابعة المال والجاه ولا غرض لى إلا طلب العلم(تفسير الرازى، ج ٢١ ص ٤٨٣، ٤٨٤، سورة الكهف)

[1] چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال: رجعا يقصان آثارهما حتى انتهيا إلى الصخرة، فإذا رجل مسجى ثوبا، فسلم عليه موسى، فقال الخضر: وأنى بأرضك السلام، قال: أنا موسى، قال: موسى بنى إسرائيل؟ قال: نعم، أتيتك لتعلمنى مما علمت رشدا، قال:"إنك لن تستطيع معى صبرا"يا موسى إنى على علم من علم الله علمنيه لا تعلمه أنت، وأنت على علم من علم الله علمك الله لا أعلمه، فقال موسى:"ستجدنى إن شاء الله صابرا ولا أعصى لك أمرا" فقال له الخضر:"فإن اتبعتنى فلا تسألنى عن شىء حتى أحدث لك منه ذكرا"(صحيح البخارى، رقم الحديث ٤٧٢٥، كتاب تفسير القرآن، سورة الكهف، صحيح مسلم ٢٣٨٠"١٧٤")

''اب جو یہاں اس پتھر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس پتھر کے پاس ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر تانے ہوئے لیٹا ہے،موسیٰ علیہ السلام نے (اسی حال میں) سلام کیا،تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس (غیر آباد) جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا؟ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں،تو حضرت خضر علیہ السلام نے سوال کیا کہ موسیٰ بنی اسرائیل؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں،اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھلا دیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے،اے موسیٰ! میرے پاس ایک علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے وہ آپ کے پاس نہیں،اور ایک علم آپ کو دیا ہے جو میں نہیں جانتا،موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے،اور میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنے ہی کو تیار ہیں تو کسی معاملہ کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں،جب تک کہ میں خود آپ کو اس کی حقیقت نہ بتلاؤں''۔

www.idaraghufran.org

طب و صحت

حکیم مفتی محمد ناصر

دانتوں کے مختلف امراض اوران کا علاج

دانتوں کی صفائی کا اگر خیال رکھا جائے،اور روزانہ صبح ناشتے کے بعداور رات کوسونے سے پہلے دن میں دو مرتبہ دانت صاف کرنے کی عادت بنالی جائے،تو دانتوں کے بہت سے امراض سے حفاظت ہوسکتی ہے،لیکن اگر دانتوں کی صفائی میں کوتاہی سے کام لیا جائے،یا پھر بہت تیز ٹھنڈی یا گرم چیزوں کا بے ہنگم انداز میں استعمال کیا جاتا رہے،تو پھر دانتوں اور مسوڑھوں کی خرابی یقینی ہے،ایسی صورت میں دانت اور مسوڑھے مختلف طرح کے امراض کا شکار ہوسکتے ہیں،مثلاً دانتوں کا رنگ خراب ہونا،دانتوں میں درد،دانتوں کی کھوڑ،سوتے ہوئے دانتوں کا چبانا،دانتوں سے خون بہنا،دانتوں کا ہلنا یا ٹوٹنا اور مسوڑھوں کی سوجن،مسوڑھوں سے خون آنا وغیرہ،دانت یا مسوڑھوں کی بیماری جس طرح کی ہوگی،اسی بیماری کے مطابق ان کا علاج کیا جاتا ہے۔

دانتوں کا ہلنا: اگر 5،6، سال کے بچوں یا بوڑھوں کے دانت ہلنے لگیں،تو یہ قدرتی بات ہے، کیونکہ اس عمر کے بچوں کے دودھ کے کچے دانت ہوتے ہیں،اور بوڑھوں کو علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا،کیونکہ بڑھاپے میں قدرتی طور پر دانت گرنے کا زمانہ ہوتا ہے،البتہ اگر جوانوں کو یہ شکایت پیدا ہوجائے،تو علاج کی طرف جلدی توجہ کرنی چاہئے۔

دانت ہلنے کی وجہ کبھی بلغمی رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے،پتلا بلغم دانتوں کی جڑوں میں جمع ہوکر دانتوں کو ہلانے کا سبب بن جاتا ہے،نزلہ اور زکام کے بعد بھی اکثر یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے،ایسی حالت میں منہ سے رطوبت بار بار اور کثرت سے نکلتی ہے،مسوڑھے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں،کسی چیز کو کترنے یا چبانے کے وقت درد کا احساس ہوتا ہے۔ ہلتے دانتوں کی تکلیف میں عقرقرحا اور دیگر ادویہ سے تیار کردہ منجنوں کا استعمال فائدہ مند ہوتا ہے،اس طرح کے منجنوں سے مسوڑھے مضبوط ہوجاتے ہیں،اور دانت ہلنے کی تکلیف دُور ہوجاتی ہے۔

نیز ایسی حالت میں بادی غذاؤں کے استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہئے،تاکہ بلغمی رطوبات خشک

ہوکر، دانت مضبوط ہوجائیں۔

دانتوں کا درد: یہ خیال غلط ہے کہ دانت ایسی ہڈی ہے، جو اندر سے خالی ہے، بلکہ دانت زندہ ہے، دانت کی بناوٹ میں ہڈی زیادہ پائی جاتی ہے، لیکن اس میں رگیں اور اعصاب اور مخ (جوہر) پایا جاتا ہے، دانت گوشت اور مسوڑھے میں جکڑا ہوا ہے، دانت کی خوراک ہوتی ہے، اور یہ غذا استعمال کرتے ہیں، دانت کے اندر کھوکھلی جڑ میں عروق اور اعصاب کا جال بچھا ہوتا ہے۔

دانتوں کا درد، بہت تکلیف دہ بیماری ہے، اس کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں، مثلاً دانتوں پر میل کا جمنا، دانتوں کو صاف نہ رکھنا، میٹھی یا ترش چیزوں کا کثرت سے استعمال میں لانا، بدہضمی کا ہونا، دانتوں کی جڑوں میں کیڑا پیدا ہوجانا، بعض خواتین کو حمل کے دنوں میں یہ شکایت پیدا ہوجاتی ہے، خاص طور پر دماغی امراض میں عام طور پر دماغ کے قریب والے اعضاء بھی بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں، چنانچہ جن لوگوں کو اکثر نزلہ زکام کی شکایت رہتی ہے، وہ اس مرض میں زیادہ مبتلا رہتے ہیں، لہٰذا علاج میں دماغی حالت کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہئے۔

مریض کے ماؤف دانت میں سخت درد ہوتا ہے، منہ چلانے سے درد میں زیادتی ہوتی ہے، دانت کے نزدیک مسوڑھے متورم ہوجاتے ہیں، بعض مرتبہ رخسار اور چہرہ پر بھی ورم آجاتا ہے۔

اگر دانت درد کے ساتھ ہلتے بھی ہوں، تو دیکھنا چاہئے کہ دانتوں نے اپنی جگہ تو نہیں چھوڑ دی، اور کھوکھلے تو نہیں ہوئے ہیں، پھر دانتوں کو مضبوط کرنے والے منجن اور دوائیں استعمال کرنی چاہئیں، لیکن اگر دانت جگہ چھوڑ چکے ہوں، تو بغیر نکلوائے درد کو آرام نہیں ہوتا، لیکن جب تک برداشت ہوسکے، دانت نکلوانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

دانتوں میں اگر کیڑا لگا ہوتو دانتوں میں لگے کیڑے کو ختم کرنے کے لئے مختلف جراثیم کش ادویہ والے پانی سے کلیاں کرنی چاہئیں، اگر بلغم اور سردی کی زیادتی سے دانتوں میں تکلیف ہو، تو گرم اور خشک مزاج کی ادویہ سے علاج کرنا چاہئے، اور اسی طرح علاج کے اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تدابیر اختیار کرکے دانتوں کے امراض کا علاج کرانا چاہئے۔

دانت درد کے مریض کو مٹر، ماش کی دال، گوبھی، بینگن، اروی، کچالو، وغیرہ جیسی بادی وثقیل چیزوں

﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

- ......مورخہ ۳۰/محرم الحرام بروز منگل، مفتی عمران عباسی صاحب (معلّم: ادارہ علومِ اسلامی، اسلام آباد) سے مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے دارالافتاء میں تشریف لائے۔
- ......مورخہ 11 /صفرُ المظفر بروز ہفتہ، مسجدِ غفران کی چوتھی منزل کا لینٹر ڈالا گیا، الحمدللہ۔
- ......تعمیرِ پاکستان سکول میں تعطیلاتِ عیدُ الاضحیٰ کے بعد مورخہ 9 /صفر المظفر (15 /اگست) بروز جمعرات سے تعمیرِ پاکستان سکول میں گرمیوں کی تعطیلات کے بعد تعلیمی سلسلہ کا بحمداللہ آغاز ہوا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۷ ''دانتوں کے مختلف امراض اوران کا علاج''﴾

سے پرہیز کرنا چاہئے، اسی طرح گُڑ اور تیل کی پکی ہوئی چیزیں بھی نہیں کھانی چاہئیں، اور مونگ، یا ارہر کی دال کی کھچڑی، اور سالنوں میں میتھی کا ساگ، چقندر، بکری کا شوربہ وغیرہ مریض کو استعمال کرانا چاہئے۔ دانتوں کا رنگ خراب ہوجانا: بعض اوقات دانتوں پر میل جم کر دانتوں کی رنگت خراب ہوجاتی ہے، اس کی عمومی وجہ مسواک یا برش کے ذریعہ دانتوں کی صفائی نہ کرنے کی وجہ سے دانتوں پر میل کا جَم جانا، یا خراب غذاؤں کا کھانا ہے، اور بعض اوقات جسم میں کسی خِلط کی زیادتی کا اثر دانتوں پر منتقل ہونا ہے، ایسی صورت میں دانتوں پر بھورے رنگ کی میل جَم جاتی ہے، بعض مرتبہ دانتوں کی رنگت سبز، یا زرد یا سیاہ ہوجاتی ہے، اور بدنما ہونے کے علاوہ آہستہ آہستہ دانت گِرنے لگتے ہیں، اور میل کی زیادتی کی وجہ سے بعض اوقات دانتوں میں درد ہوجاتا ہے، منہ سے بدبو آنے لگتی ہے۔ مریض کو چاہئے کہ مسواک یا برش یا منجن سے دانتوں کی صفائی کا خیال رکھے، خلال (ٹوتھ پک) کے ذریعہ دانتوں کی درزوں کی صفائی کی ضرورت ہوتو اس کی بھی پابندی کرے، تاکہ غذا کے ذرات کھانا کھانے کے بعد دانتوں کی جھریوں میں رہ کر متعفن نہ ہوجائیں، نیز ایک چمچ سرسوں کے تیل میں دو، تین چٹکیاں نمک ملا کر دانتوں پر دبا کر دن میں دومرتبہ صبح اور رات کو ملنے سے بھی دانت اچھی طرح صاف ہوجاتے ہیں۔ ایسے مریض کو سرد پانی، برف، ترش اور ٹھنڈی چیزوں سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

(حاذق، از حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب مرحوم، علاج الامراض، ج۱، از پروفیسر حکیم محمد اشرف شاکر صاحب مرحوم)

www.idaraghufran.org